Reg: PCPB/458-S
NPR-295

صوت النجف

از مرکزی دفتر مرجع مسلمین و جہان تشیع حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ الحاج حافظ بشیر حسین نجفی دام ظلہ الوارف

ماہنامہ علمی سماجی ماہِ ذو القعدہ ۱۴۴۲ھ شمارہ 95

3 اللہ کے حقوق (قسط ۱۹)

5 نظامِ مرجعیت

8 عید الاضحیٰ میں قربانی کا فلسفہ

11 زواج علیؑ و بتولؑ تاریخ کے آئینے میں

14 امام رضا علیہ السلام کی سیرت کے چند اہم پہلو

17 یومِ عرفہ

20 مرجع عالی قدر دام ظلہ سے پوچھے گئے سوالات اور ان کے جوابات

22 مرجع عالی قدر دام ظلہ کی اہم ملاقاتیں اور نصیحتیں

بانی

سماحۃ آیۃ اللہ العظمی المرجع الدینی الکبیر الشیخ بشیر حسین النجفی

مدیر اعلیٰ

جناب نصیر الدین

نائب مدیر اعلیٰ

حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ علی النجفی

انتظامی مدیر

مولانا قیصر عباس

معاونین:

مولانا محمد تقی ہاشمی

مولانا سید محمد علی ہمدانی

فوٹو گرافر

سید محمد حسین

رسالے کی سالانہ ممبرشپ حاصل کرنے کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں۔

00923125197082

اپنی تجاویز دینے کے لئے ہمیں ای میل کریں۔

Email:m.urdu@alnajafy.com

009647807363942

صوت النجف کو مقالات و تحریروں میں تدوین و ترمیم کا مکمل اختیار ہے۔

اللہ کے حقوق

(قسط ۱۹)

مرجع مسلمین و جہان تشیع حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ الحاج حافظ بشیر حسین نجفی دام ظلہ الوارف

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: فَأَمَّا حَقُّ اللَّهِ الْأَكْبَرُ فَإِنَّكَ تَعْبُدُهُ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئاً فَإِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ بِإِخْلَاصٍ جَعَلَ لَكَ عَلَى نَفْسِهِ أَنْ يَكْفِيَكَ أَمْرَ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ وَ يَحْفَظَ لَكَ مَا تُحِبُّ مِنْهُمَا

یعنی خدا کا بڑا اور اہم حق اس کے بندوں پر یہ ہے کہ صرف اسی کی عبادت کریں اور کسی چیز کو بھی خدا کا شریک نہ ٹھہرائیں۔ اگر تم نے یہ حق پورے خلوص سے ، بغیر کسی ملاوٹ کے یعنی کوئی غرض سوائے خدا کی خوشنودی کے نہ ہو تو خداوندِ عالم تمہارے لئے اور تمہاری بخشش کے لئے اپنی ذات پر لازم قرار دے گا کہ تمہیں دنیا و آخرت کی ہر مشکل سے دور رکھے اور تمہاری دنیا اور آخرت کی تمام مشکلات کو آسان کرے اور تمہارے لئے دنیا و آخرت میں جو تم چاہتے ہو اس کی تمہارے لئے حفاظت کرے۔

روایت میں ہے کہ :أول من يسأل يوم القيامة ثلاثة

سب سے پہلے قیامت کے دن تین لوگوں سے سوال کیا جائے گا۔

رجل آتاه الله العلم

وہ آدمی جسے خداوند عالم نے علم دیا تھا، علم چاہے دین کا ہو یا دنیا کا، خدا اس سے پوچھے گا :فيقول الله له: ما صنعت فيما علمت؟

یعنی تم نے اس علم سے کیا کیا جو میں نے تم کو دیا ، مؤمن کہے گا :فيقول: يا رب كنت أقوم به آناء الليل وأطراف النهار.

خدایا میں دن رات علم پڑھتا اور پڑھاتا تھا۔فيقول الله: كذبت، وتقول الملائكة: كذبت، خدا اور ملائکہ کہیں گے کہ تم جھوٹ بول رہے ہو بل أردت أن يقال فلان عالم، ألا فقد قيل ذلك.بلکہ تم یہ سب کچھ اس لئے کرتے تھے کہ تم کو عالم کہا جائے اور اس کو تم نے دنیا میں حاصل کر لیا تھا۔(لہٰذا آخرت میں تمہارے لئے کوئی ثواب نہیں ہے۔)

اور دوسرا شخص جس سے سوال ہوگا :ورجل آتاه الله مالا، فيقول الله له: لقد أنعمت عليك فماذا صنعت؟

جس آدمی کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت دی تھی اس سے اللہ پوچھے گا کہ : میں نے تمہیں مال دیا اور نعمتیں عطا کی تھیں، تم ان کا کیا کیا ؟

فيقول: يا رب كنت أتصدق به آناء الليل وأطراف النهار.تو وہ کہے گا: اے خدا میں لوگوں کو دن رات صدقہ دیتا تھا، ان کی مدد کرتا تھا۔

فيقول الله: كذبت. وتقول الملائكة: كذبت، پھر خدا اور فرشتے کہیں گے کہ تم جھوٹ بول رہے ہو

بل أردت أن يقال فلان جواد، ألا فقد قيل ذلك. بلکہ تم یہ صدقہ اور مدد اس لئے کرتے تھے کہ تمہیں سخی کہا جائے اور یہ تم نے حاصل کر لیا اب آخرت میں تمہارا کوئی حق نہیں ۔

تیسرے شخص کو لایا جائے گا :

والثالث رجل جاهد في سبيل الله فقتل، فيقول الله له: لقد جاهد ليقال فلان شجاع، ألا فقد قيل ذلك.

وہ شخص جس نے خدا کی راہ میں جنگ و جدال کیا اور قتل بھی ہوگیا لیکن اس نے یہ سب کچھ اس لئے کیا تاکہ مرنے کے بعد اسے مجاہد کہا جائےاور اس نے یہ صفت حاصل کر لی اب آخرت میں اس کا کوئی حق نہیں ہے ۔

اس کے بعد رسولِ اسلام ﷺ نے فرمایا :ثم قال الرسول (ص) أولئك أول خلق تسعر بهم جهنم يوم القيامة

ایسے لوگ سب سے پہلے جہنم میں جائیں گے اور جہنم کی آگ کا ایندھن ہوں گے جس سے دوزخ کی آتش بھڑکے گی۔

(شرح رسالۃ الحقوق - الإمام زین العابدین (ع) - الصفحۃ ۶۴)

(احیاء علوم الدین للغزالی ج۴ ،ص ۴۵۶)

جب اخلاص کو یہ اہمیت حاصل ہے تو اس نعمتِ اخلاص کو حاصل کرنے کے لئے انسان کا فریضہ ہے کہ اپنی نیت کو اس طرح درست کرے کہ وہ خدا کے لئے جو بھی کام کرنا چاہتا ہے اور صرف خدا کی اطاعت کے لئے کرنا ہے۔

اسی لئے اسلام میں نیت کو بہت اہمیت دی گئی ہے کیونکہ نیت ہی کی درستگی سے عمل درست ہوتا ہے ۔

رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے :

عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ص أَنَّهُ قَالَ: إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَ إِنَّمَا لِامْرِئٍ مَا نَوَى (دعائم الإسلام ؛ ج١ ؛ ص٤)

ترجمہ:: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اعمال کا دارومدار صرف نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو صرف و صرف اس کی نیت پر ملے گا۔

یعنی اعمال کی اہمیت اس کی نیت کے ساتھ ہے اور ہر شخص اپنی نیت کی وجہ سے قیامت میں نعمتوں کا مستحق ہوگا۔

اور مزید رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَ رَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَ رَسُولِهِ وَ مَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِامْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا أَوْ لِدُنْيَا يُصِيبُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ.

(دعائم الإسلام ؛ ج١ ؛ ص٤)

جس شخص نے اپنےوطن کو صرف خدا اور سول کے لئے چھوڑا اور اپنے دنیاوی مقاصد کو خدا اور رسول کے لئے چھوڑ دیا تو اس کو خدا کی طرف ہجرت کرنے کا شرف بخشا جائے گا ، اور جس نے وطن کو یا اپنے کسی مکان کو دنیا پانے کے لئے یا عورت سے شادی کرنے کے لئے چھوڑا تو اسکی ہجرت اس دنیا کے لئے ہے جو فانی ہے اور اس کا آخرت میں کوئی ثمرہ نہیں ہے ۔

لہٰذا اخلاق درست کرنے اور نفس کو مہذب و پاک کرنے کے لئے نیک نیت ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے ۔یہ صحیح تربیت اور اخلاق کی درستگی انسان کو صحیح انسان بناتی ہے اور اس لئے اسی نیت کو خلوص حاصل کرنے کا مقدمہ اور اعمال کی قبولیت کا وسیلہ بنایا گیا ہے ۔

جاری ہے ---

نظامِ مرجعیت

سماحة آية الله العظمى المرجع الديني الكبير الشيخ بشير حسين النجفي

مرجع مسلمین و جہان تشیع حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ الحاج حافظ بشیر حسین نجفی دام ظلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید الرسل و خیر الخلق من الاولین و الآخرین و علی آلہ الغرالمیامین و لعنۃ اللہ الشاملۃ علی اعداءھم الی یوم الدین ۔

امابعد فقد قال اللّٰہ سبحانہ ،

ان الدین عنداللّٰہ الاسلام ۔ وقال ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ و ھو فی الآخرۃ من الخاسرین۔

دین اور دین داری سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے تمام امور کو خواہ وہ شخصی ہوں یا اس کے اور لوگوں کے مابین تعلق رہن سہن برتاؤ سے منسلک ہوں جس طریقہ پر وہ شخص ان امور کو چلاتا ہے اس طریقہ کار کو اس کا دین کہا جائیگا۔

خدا وند عالم نے ان تمام طریقہ عمل و کردار کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ خدا کے نزدیک پسندیدہ دین فقط دین اسلام ہے ۔ اور جو اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو اپنائے گا ، ایسا طریقہ کار اپنی زندگی کے لیے اختیار کرے گا جو اسلام سے جدا ہو گا تو وہ اس سے ہر گز قبول نہیں کیا جائے گا۔

اگر ہم فکر کریں تو اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ انسان کا کسی دین کا پابند ہونا یہ فطرتی تقاضہ ہے ۔ حتیٰ کہ وہ شخص جو اپنے آپ کو بے دین کہتا ہے اور کسی بھی دین کا اپنے آپ کو پابند نہیں سمجھتا اس کا بھی ایک طریقہ عمل ہے اور وہی اس کا دین ہے ۔

لہٰذا دین کی ضرورت ایک فطرتی تقاضہ ہے جس سے کوئی بھی مستثنیٰ نہیں ہے ۔ اور خالق کائنات بانیٔ فطرت ہی سمجھتا ہے کہ صحیح دین کیا ہے ۔ اس خالق کائنات نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ختمی مرتبت ﷺ تک ایک ہی دین کی خاطر نبیوں اور رسولوں کو بھیجا ۔

انسان کی اس لمبی تاریخ میں ضروریات زندگی اور صلاحیتوں کو فروعی احکام میں پیش نظر رکھا گیا ۔ اس میں کمی و بیشی ، تغییر و تبدیل حسب ضرورت ہوتی رہی ۔ جب انسان کی انسانیت تہذیب و تمدن کی صلاحیتوں کو حاصل کر چکی تو خدا وند عالم نے رسول اسلام ﷺ کے واسطہ سے ایک مکمل نظام جو انسانی زندگی کے ہر پہلوپر اس کی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک مکمل کامل اور متکامل فروعی نظام و اصولی نظام کے ساتھ لوگوں تک پہنچایا ۔ اور ان تمام احکام کو قرآن اور احادیث نبویؐ اور روایات آئمہ علیہم السلام میں بیان فرمایا ۔ ظاہر ہے کہ ہر انسان نہ قرآن کو سمجھ سکتا ہے اور نہ ہی روایات کے نشیب و فراز سے واقف ہوسکتا ہے ۔ ان احکام کو ان آیات و روایات سے سمجھنے کے لیے کئی کئی سال حوزہائے علمیہ میں درس و تدریس میں مشغول رہنا پڑتا ہے ۔ اس طرح اگر ہر انسان کا یہی فریضہ ہوتو دنیا کے تمام کاروبار معطل ہوجائیں گے ۔ نہ کسان کھیتی کرسکے گا، نہ انجنیئر مشینیں بناسکے گا ، نہ ہوائی جہاز ، نہ بسیں نہ کاریں وغیرہ ۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دین ہی نہیں رہے گا۔ کیونکہ دین کا معنٰی ہے ضروریات زندگی اور مقتضیات فطرت کو شریعت کی رو سے درست کرنا اور اگر سب لوگوں پر مجتہد بننا فرض عینی ہوجائے تو اس سے تمام زندگی معطل ہوجائے گی ۔ اور یہ صرف علم دین سے ہی مربوط نہیں ہے بلکہ ضروریات زندگی میں سب کی یہی حالت ہے ۔

اگر سب لوگ ڈاکٹر بنیں یا انجنئیر یا کسان تو باقی صنعتیں معطل ہو جائیں گی ۔ اب اس کا معنی یہ ہوا کہ ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لیے کاروبار اور واجبات کی تقسیم کی جائے ۔ کچھ ڈاکٹر بنیں اور لوگ ان سے بیماریوں میں فائدہ اٹھائیں گے ، صحیح دوا تعیین کرنے کے لیے ان سے مدد حاصل کریں گے ۔ اور اسی طرح کچھ لوگ کسان بنیں ۔ اور کچھ علم دین میں مجتہد بنیں گے تو ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لیے انسان یا تو خود عالم بنے یا کسی عالم پر اعتماد کرے اور عالم پر اعتماد کرنے کا نام ہے تقلید ۔ اور اگر اس کو مزید واضح کیا جائے تو یوں کہا جائے کہ خداوند عالم نے انسان کے مجموعی طور پر دو حصے قرار دیئے ہیں ۔ ایک جسم ہے اور دوسرا نفس ،دونوں کا باہم مل کر رہنے کا نام ہے زندگی اور ان کا ایک دوسرے سے جدا ہونے کا نام ہے موت ۔ جیسے وہ شخص جو ڈاکٹر نہ ہو تو عقل و شرع اجازت نہیں دیتی کہ اپنے جسم کو بیماری سے دور کرنے کے لیے اپنی مرضی اور خواہش سے دوا استعمال کرے ۔ اسی طرح نفس کی بیماریوں کو دور کرنے کے لیے اور نفس کی اصلاح کے لیے علماء دین کی ضرورت ہے ۔ کیونکہ وہی نفس کے طبیب ہیں۔ تقلید ایک فطرتی تقاضہ ہے اور اسی لئے اس کا جواز قرآن و روایات اھل بیت علیھم السلام سے ملتا ہے ۔آیات قرآنی میں کئی آیتوں کا علماء نے تذکرہ فرمایا ہے ۔ ان میں سے سورہ توبہ میں ارشاد ہوتا ہے ۔

فلولانفرمن کل فرقة منهم طائفة لیتفقهوا فی الدین و لینذروا قومهم اذا رجعوا الیهم لعلهم یحذرون ۔ (توبہ۔۱۲۲)

ترجمہ:اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب مومنین نکل کھڑے ہوں، پھر کیوں نہ ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے تاکہ وہ دین کی سمجھ پیدا کریں اور جب اپنی قوم کی طرف واپس آئیں تو انہیں تنبیہ کریں تاکہ وہ (ہلاکت خیز باتوں سے) بچے رہیں۔

اس آیت سے بالکل واضح ہے کہ لوگوں پر واجب کفائی ہے کہ وہ علم دین حاصل کریں اور لوگوں کو ہدایت کریں تاکہ لوگ ان کے فتاویٰ پر عمل کرکے نجات حاصل کریں۔

اور اسی طرح فرمان الٰہی ہے

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون ۔

اگر تم لوگ نہیں جانتے ہو تو اہل ذکر سے پوچھ لو۔

یہ آیت دو مرتبہ قرآن میں آئی ہے ۔ ایک دفعہ سورہ انبیاء اور دوسری مرتبہ سورہ نحل میں ۔ اس آیت سے واضح ہے کہ انسان پر اصلاح عمل کے لیے اہل علم سے مسائل دریافت کرنا واجب ہے ۔ اگرچہ بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہل ذکر سے مراد آئمہ علیھم السلام ہیں ۔ لیکن وہ روایات اھل ذکر کو آئمہ علیھم السلام میں محصور نہیں کرتی ہیں ۔ اس لئے علماء نے دونوں آیتوں کو مطلق تصور فرمایا ہے ۔ اور اسی طرح بہت ساری ایسی روایات ہیں جن سے تقلید کا واجب ہونا ثابت ہوتا ہے ۔ ان میں سے کچھ روایات ایسی ہیں کہ جن میں معصوم نے لوگوں کو بعض علماء کی طرف مراجعت اور دینی احکام میں ان کی تقلید کا حکم دیا ہے ۔ جیسے یونس بن عبدالرحمٰن اورزکریا بن آدم اور یونس مولیٰ آل یقطین اور عُمری اور ان کا بیٹا ۔ ان روایات کو صاحب وسائل نے مفصل تحریر فرمایا ہے ۔ اور کچھ روایات ایسی ہیں کہ جن میں امام نے مجتہدین کی طرف رجوع کرنے کا حکم فرمایا ہے ۔ امام زمانہ علیہ السلام (عج) فرماتے ہیں ۔

واما الحوادث الواقعة و فارجعوا فیها الی رواة احادیثنا هم حجتی علیکم و انا حجة الله علیهم ۔

اس کا معنی ہے کہ لوگوں پر واجب ہے ابتلائی اور پیش آمد مسائل میں علماء کی طرف رجوع کریں ۔ امام نے ان کو لوگوں پر حجت بنایا ہے ۔ جیسے خود امام زمانہ عج خود علماء بلکہ تمام دنیا پر حجت ہیں ۔ اور کچھ روایات ہیں جن میں امام نے اپنے شاگردوں کو فتویٰ صادر کرنے کی اجازت دی ہے ۔ امامؑ نے ابان بن تغلب سے فرمایا اجلس في مسجدالمدینه و افت الناس فاني احب ان یري في شیعتي مثلك ۔

اے ابان مدینہ کی مسجد میں بیٹھ جاؤ اور لوگوں کو فتوے دو ، میں تم جیسوں کو اپنے شیعوں میں پسند کرتا ہوں ۔

اور اسی طرح آپؑ نے معاذ بن مسلم کو فرمایا جب انہوں نے مولاؑ سے فتوؤں کے بیان کرنے کا طریقہ بیان کیا ، اصنع کذ افاني کذا اصنع ۔

اور ظاہر ہے کہ مرد جب تک نبی یا امام نہ ہو تو وہ معصوم نہیں ہے ۔ اس سے اشتباہ اور غلطی ہونے کا امکان باقی رہے گا خواہ وہ کتنا بڑا بھی عالم ہو جائے ۔ اس لیے جیسے انسان اپنی ایک مہلک بیماری کے علاج کے لیے سب سے قابل ترین اور تجربہ کار ڈاکٹر کو اختیار کرتا ہے اسی طرح اپنے دین کی اصلاح کے لیے ، نفس کے علاج کے لیے ، جنت کاراستہ ڈھونڈنے کے لیے اور جہنم کی آگ سے بچنے کے لیے سب سے بڑے مجتہد تجربہ کار عالم کو اختیار کرے ۔ اور اس مہم کو پورا کرنے کے لیے انسان پر واجب ہے کہ وہ اہل اطلاع ، اہل خبرہ سے رابطہ قائم کرے اور ان کی رہبری میں مرجع کی تشخیص اور تعین کرے ۔ اور اہل خبرہ میں ان چار صفات کا ہونا ضروری ہے ۔

۱)۔ وہ خود مجتہد ہو یا اجتہاد کے قریب پہنچ چکا ہو ۔ لہٰذا جو علم دین کے ابتدائی مراحل میں ہے اس کا حق نہیں ہے کہ وہ اعلم کی تشخیص میں زبان کھولے ۔

۲)۔ اس کی مختلف علماء سے علمی گفتگو باربار ہوچکی ہو یا ان کی علمی بحثوں سے واقف ہو ۔ لہٰذا جو شخص اس توفیق سے مزین نہیں ہے اس کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ اعلم کے تعین کی اہلیت کا دعویٰ کرے۔

۳)۔ وہ روشن فکر ہو ، ظاہری زرق برق ، قومی اور عشیرتی انتساب سے دھوکہ نہ کھائے ۔ اور واضح ہے کہ اس روشن فکری کے بغیر انسان صحیح فیصلہ

کرنے سے عاجز ہوگا۔

۴) ۔ وہ شخص دین دار ، پرہیز گار ، مومن اور متقی ہو ۔ تاکہ اپنی ہواو ہوس کو فیصلہ کرتے وقت سامنے نہ رکھے۔

اَعلم کے تعیین کے لئے ایسے دو اشخاص ضروری ہیں جو ان صفات کے حامل ہوں اور اَعلم کی تعین کا دوسرا طریقہ یہ بھی ہے کہ علمی ماحول میں جس شخص کے علم کی عظمت اور دبدبہ ثابت ہو جائے اور اس کے لیے عوام الناس میں شہرت کافی نہیں ہے ۔ کیونکہ ایسی شہرت پیدا ہونے کے کئی سبب ہوتے ہیں ۔ اور تیسرا طریقہ یہ ہے کہ انسان خود علوم دینیہ میں ماہر ہو اور بذات خود مجتہدین اور مراجع کو پرکھے ۔ اور اعلم کی معرفت حاصل کرے ۔ واضح ہے کہ وہ لوگ جو نجف اشرف سے بہت دور رہتے ہیں ان کے لیے یہ سب طریقے میسر نہیں ہوں گے ۔ البتہ پہلا طریقہ ممکن ہے کہ میسر ہوجائے ۔ لیکن جو شخص اپنے اندر یہ چار صفات پیدا نہیں کرسکتا ، جن کا تذکرہ اوپر ہوچکا ہے اس کے لیے عقلاً ، شرعاً اور من حیث الانسانیت جائز نہیں ہے کہ لوگوں کو دھوکہ دے اور اعلم کی تعیین میں اپنے آپ کو مبتلا کرے ۔ لہٰذا ان حالات کے پیش نظر مؤمنین کے لیے چاہیے کہ جب تک وہ اعلم کی تعیین اور تشخیص مندرجہ بالاطریقوں میں سے کسی ایک طریقہ سے حاصل نہ کرسکتے ہوں تو اس مجتہد کی تقلید کو اختیار کریں جو ان کی ضروریات زندگی ، رہن سہن ، رسم و رواج اور زبان کے لحاظ سے ان کی صحیح رہنمائی کرسکے ۔ اس طرح وہ اپنے دینی فریضہ سے سبک دوش ہوسکیں گے۔ واضح رہے کہ مذکورہ بالا قواعد سے درکنار تقلید کرنا اپنے آپ کو دھوکہ میں ڈالنا ہے دین کے نام پر دین سے جدائی اختیار کرنا ہے ۔

میں دعا کرتا ہوں کہ خداوند عالم میری قوم شیعہ کو عموماً اور برصغیر میں رہنے والے شیعوں کو خصوصاً توفیق عطا کرے کہ وہ خدائی دین کی صحیح پیروی کرسکے اور اس مظلوم قوم کی رہبری فرمائے ، ان کو شیاطین انس وجن کے دھوکہ سے محفوظ رکھے اور تمام علماء اور واعظین کو قوم کی خدمت کی توفیق عطا کرے ۔ اور قوم کے اس خادم کو بھی مزید اور مسلسل خدمت کی توفیق عنایت فرمائے ۔ واللہ الھادی

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایک دوسرے کے کام آنا

احادیث معصومین علیہم السلام

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ع قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ص: الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ يَقْضُونَ حَوَائِجَ بَعْضِهِمْ بَعْضاً فَإِذَا قَضَى بَعْضُهُمْ حَوَائِجَ بَعْضٍ قَضَى اللَّهُ لَهُمْ حَاجَاتِهِمْ. مستدرك الوسائل و مستنبط المسائل ؛ ج۱۲ ؛ ص۴۰۱

حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومنین آپس میں بھائی ہیں اور ایک دوسرے کی حاجات کو پورا کرنے والے ہیں پس جب بعض مومنین دوسرے بعض مومنین کی حاجتوں کو پورا کرتے ہیں اللہ ان کی حاجات کو پورا فرماتا ہے۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع قَالَ: قَضَاءُ حَاجَةِ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِنْ عِتْقِ أَلْفِ رَقَبَةٍ وَ خَيْرٌ مِنْ حُمْلَانِأَلْفِ فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ. الكافي (ط - الإسلامية) ؛ ج۲ ؛ ص۱۹۳

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مومن کی ایک ضرورت کو پورا کرنا ہزار غلام آزاد کرنے سے بہتر ہے اور ان ہزار گھوڑوں سے بہتر ہے جو اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے دیۓ جائیں۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ ع لَقَضَاءُ حَاجَةِ امْرِئٍ مُؤْمِنٍ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنْ عِشْرِينَ حَجَّةً كُلُّ حَجَّةٍ يُنْفِقُ فِيهَا صَاحِبُهَا مِائَةَ أَلْفٍ. الكافي (ط - الإسلامية) ؛ ج۲ ؛ ص۱۹۳

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ مومن کی ایک حاجت پوری کرنا بیس حج سے بہتر ہے جن میں سے ہر ایک حج پر ایک لاکھ درھم خرچ ہوتا ہو۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع قَالَ فِي حَدِيثٍ وَ مَنْ قَضَى لِأَخِيهِ الْمُؤْمِنِ حَاجَةً قَضَى اللَّهُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِائَةَ أَلْفِ حَاجَةٍ مِنْ ذَلِكَ أَوَّلُهَا الْجَنَّةُ- وَ مِنْ ذَلِكَ أَنْ يُدْخِلَ قَرَابَتَهُ وَ مَعَارِفَهُ وَ إِخْوَانَهُ الْجَنَّةَ- بَعْدَ أَنْ لَا يَكُونُوا نُصَّاباً. وسائل الشيعة ؛ ج۱۶ ؛ ص۳۵۷

امام صادق علیہ السلام نے ایک حدیث میں فرمایا کہ جو اپنے مومن بھائی کی ایک حاجت پوری کرے گا اللہ تعالی قیامت کے دن اس کی ہزار حاجتیں پوری کرے گا اور ان میں پہلی حاجت جنت ہو گی اور انھی حاجات میں سے یہ بھی ہوگی کہ وہ اپنے رشتہ داروں ، جاننے والوں اور بھائیوں کو جنت میں داخل کرسکے گا بشرطیکہ وہ ناصبی نہ ہوں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

عید الاضحیٰ میں قربانی کا فلسفہ

مولانا عقیل ترابی

قربانی کا لفظ قربان سے ماخوذ ہے جس کا معنی و مفہوم تقرب اور توسل کے ہیں ۔ اسلام میں قربِ الٰہی انسان کے لئے کسی روحانی عمل یا مادی شیئ بقصدِ قربت انجام دینے سے ہی حاصل ہوتا ہے لہٰذا ہر وہ چیز جس سے اللہ تعالیٰ کا قربِ معنوی حاصل کیا جاتا ہے اس کو عربی لغت میں قربان کہتے ہیں ۔

دشتِ نینویٰ میں عقیلہ بنی ہاشم سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کا بھائی کی لاش اطہر پر آ کر پروردگار سے مخاطب ہو کر یہ جملہ کہا : اللهم تقبل هذا القربان اے بارِ الٰہا اس قربانی کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرما۔

عید الاضحیٰ میں حجاج کرام اور غیر حجاج کرام کے لئے قربانی کا فلسفہ تقویٰ الٰہی کو اختیار کرنا ہے ۔ عید الاضحیٰ کے موقع پر اس عظیم عبادت کی روح یہ تقویٰ الٰہی ہےبلکہ پورے کے پورے دینِ اسلام کی روح ہی تقویٰ الٰہی میں ہے جس کا انسان کے عمل میں نہ ہونے کی وجہ سے مجسمہ عمل تو ہو گا لیکن مطلوب الٰہی نہیں ہوگا۔

عید الاضحیٰ کے اس مذہبی تہوار کے موقع پر ذاتِ کردگار نے بنی نوع انسان کی دو طرح سے تربیت کی ہے دینی اور اجتماعی لحاظ سے ۔

تاریخ قربانی:

قربانی کی تاریخ بنی نوعِ انسان کی ابتدائے آفرینش سے ملتا ہے کہ حضرت آدم صفی اللہ کے بیٹے ہابیل اور قابیل کے زمانہ سے ہی ملتا ہے کہ خالقِ کون و مکاں نے انسان پر اس کے عمل سے عیاں کر دیا تھا کہ تیری نظریاتی اور عقائدی کی عکاس میری بارگاہ میں یہ قربانی ہی ہوگی لہٰذا قابیل نے ردی گندم قربانی کے طور پر پیش کی اور حضرت ہابیل علیہ السلام نے عمدہ قسم کا جانور قربانی کے طور پر پیش کیا تو اس قربانی کی قبولیت کا راز یہ تھا کہ آسمانی بجلی مقبول شدہ قربانی کو کھا جاتی تھی چونکہ حضرت ہابیل علیہ السلام کی قربانی تقویٰ الٰہی کی بناء پر تھی لہٰذا وہ قبولیت کی منزل پر فائز ہوگی ۔

سنتِ ابراہیمی کا تصور کیوں؟

اس موجودہ قربانی کا تصور عہدِ ابراہیمؑ سے ہے جس کا ادیانِ سماویہ میں سے کوئی بھی منکر نہیں ۔

بہر کیف اس قربانی کی حقیقت سے شناسائی کے لئے تاریخِ ابراہیمؑ سے آگاہی ضروری ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام تقویٰ الٰہی کی عظیم منزل پر کس قدر فائز تھے ۔ بابل جیسے عظیم الشان شہر میں جب بت پرستی کا عروج تھا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان لوگوں کو توحید پرستی کی دعوت دی اور ان لوگوں نے توحید پرستی کے نظریہ کو تسلیم نہ کیا تو اس بت شکن مجاہد نے انکے نظریہ بت پرستی پر ایک کاری ضرب لگائی کہ جو بت اپنے نفع و نقصان کے مالک و مختار نہیں وہ تمہیں کیا نفع و نقصان پہنچا سکتے ہیں ۔ جس بت شکنی کی پاداش میں انہیں آگ میں ڈال دیا گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نہ تو کسی غیر پر توکل کیا اور نہ ہی نظریہ توحید میں ذرا برابر بھی فرق آیا تو خالقِ کون و مکاں نے آگ کو آواز دی

اے آگ تو ابراہیمؑ پر ٹھنڈی اور گلزار ہو جا ۔ یہ حضرت ابراہیمؑ کے تقویٰ الٰہی اور توکل الٰہی کا ثمرہ تھا جو خالقِ کائنات نے بت پرستوں کے سامنے توحید پرست کو عطا کیا۔

بہر کیف بت پرستی ان لوگوں کو محبوب ترین مشغلہ تھا اور محبوب ترین چیز کا کسی پر قربان کرنا مشکل ترین مرحلہ ہے اللہ تعالیٰ نے بھی محبوب ترین شیٔ کے ذریعہ انسان کو آزمائش میں ڈالا ہے تو ابراہیمؑ کے اللہ تعالیٰ نے دو امتحان لئے ایک نفسی امتحان اور ایک نسلی امتحان

پہلا امتحان حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا جانا اور نظریہ توحید

میں ذرا بھی فرق نہ آنا اور دوسرا امتحان اسماعیلؑ کی قربانی کے ذریعہ تھا تو اس امتحان میں بھی حضرت ابراہیمؑ میں ذرا برابر بھی لغزش نہیں آئی جبکہ دوسرا امتحان عین بڑھاپے کے ایام میں بیٹے کی قربانی کا تھا اور حضرت ابراہیمؑ نے پیری کے ایام میں اللہ سے دعا کی تھی کہ خدایا تو مجھے بیٹا عطا کر :رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِين فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيم

پروردگار! مجھے صالحین میں سے (اولاد) عطا کر۔ چنانچہ ہم نے انہیں ایک بردبار بیٹے کی بشارت دی۔

ذبیح اللہ کون؟

اس میں اختلاف کیا گیا ہے کہ جس بیٹے کی حضرت ابراہیمؑ نے قربانی دی تھی وہ حضرت اسماعیلؑ جو حضرت ہاجرہؑ کے بطنِ اطہر سے تھے ان کی قربانی دی گئی یا حضرت اسحاق علیہ السلام جو حضرت سارہؑ کے شکمِ اطہر سے تھے ان کی قربانی دی گئی ۔ علماء اہل سنت کے ہاں اس میں اختلاف پایا جاتا ہے انہوں نے دونوں کے متعلق روایات کو کتبِ تفاسیر میں نقل کیا ہے لیکن مکتبِ تشیع میں یہ متفق علیہ بات ہے کہ جن کی حضرت ابراہیمؑ نے منی میں قربانی دی تھی وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی ہیں جس پر دو طرح استدلال کیا گیا ۔ سیاق قرآن اور روایاتِ معصومین علیہم السلام سے ۔

عید الاضحیٰ اور قربانی کا فلسفہ :

اس چیز کو اس لئے یہاں بیان کیا جا رہا ہے کہ اس تاریخ قربانی کا تعلق ایک طرف قرآن فہمی سے ہے اور دوسری طرف سنتِ ابراہیمی کی حقیقی تاریخ کا عنوان ہے ۔

بہر کیف سورہ صافات کی سو سے لیکر ۱۰۷تک آیات میں قربانی اسماعیل کا ذکر ہوا ہے اس میں اختلاف ہے اسباب مختلف ہیں:

۱: سورہ صافات کی ان آیت میں (مِنَ الصَّالِحِين) کے کلمات سے ظاہر ہوتا ہے چونکہ پہلی مرتبہ (رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِين) اور پھر دوسری مرتبہ (وَ بَشَّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا مِنَ الصَّالِحِينَ) استعمال ہوا ہے جن اہل علم نے یہاں ذبیح اللہ حضرت اسحاق کو قرار دیا ہے انہوں نے یہ تصور کیا ہے کہ (بِغُلَامٍ حَلِيم) کی تفسیر (بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا مِنَ الصَّالِحِينَ) کے ساتھ کی گئی ہے ۔

۲:اسرائیلیات ہیں جنہیں یہود نے فخر و مباہات کے طور پر ذبیح اللہ حضرت اسحاق علیہ السلام کو پیش کیا ہے چونکہ وہ حضرت اسحاقؑ کی اولاد میں ہیں۔

بہر کیف قربانی سے مقصود حضرت اسماعیلؑ کی قربانی ہے جس پر تین طرح سے استدلال ممکن ہے :

اسیاق قرآن سے ۲: روایاتِ معصومین علیہم السلام سے ۳: وطنِ عزیز سے

سیاقِ قرآن :

اس آیت (فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيم) کے بعد والی آیات سے استدلال کیا جاتا ہے کہ (غلام حلیم) سے مراد یہاں حضرت اسماعیلؑ ہی ہیں ۔ حضرت ابراہیمؑ کا کہنا (قَالَ يا بُنَيَّ إِنِّي أَرى فِي الْمَنامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ ما ذا تَرى) اے میرے بیٹے! میں نے تجھ کو خواب میں ذبح کرتے دیکھا ہے اور حضرت اسماعیلؑ کو معلوم ہے کہ اللہ کے کے نبی کا خواب پیغامِ الٰہی ہوتا ہے لہٰذا حضرت اسماعیلؑ نے کہا: (قالَ يا أَبَتِ افْعَلْ ما تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِنْ شاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ) اے بابا جان! آپ انجام دیں جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے ، ان شاء اللہ آپ مجھے عنقریب صابرین میں سے پائیں گے ۔ تو یہاں صابرین کا کلمہ حلیم کی تفسیر کر رہا ہے کہ آپ مجھے اطاعتِ الٰہی میں صابرین میں سے پاؤ گے ۔

چنانچہ یہاں بشارت مستجابہ تھی جو دعا ابراہیمؑ کے نتیجہ میں ملی تھی (رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِين فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيم) حضرت ابراہیمؑ کا اس عظیم امتحان کی کامیابی پر یہ کلامت کہنا (سَلَامٌ عَلَى إِبْرَاهِيمَ كَذَالِكَ نجْزِى الْمُحْسِنِين إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِين) تو اس کے بعد ایک نئی قسم کا کلام کا سلسلہ شروع ہو رہا ہے (وبشرناہ باسحاق نبیا من الصالحین) لہٰذا یہاں پر عربی قواعد کے مطابق واوٗ مستانفہ ہے اس کا ترجمہ نہیں ہوتا کیونکہ یہ واو نئی کلام کے علامت کے طور پر ہوتی ہے اور جو احباب اس واو مستانفہ کا ترجمہ "اور" کے ساتھ کرتے ہیں وہ واضح اشتباہ ہے ۔

روایاتِ معصومین علیہم السلام :

وَ رُوِيَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ص أَنَّهُ قَالَ أَنَا ابْنُ الذَّبِيحَيْنِ يَعْنِي إِسْمَاعِيلَ وَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِب تفسير القمي ؛ ج٢ ؛ ص٦٢٢

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں یعنی اسماعیلؑ کا اور عبد اللہ بن عبد المطلب کا ۔

حدثنا علي بن الحسن بن علي بن فضال، عن أبيه، قال: سألت أبا الحسن علي بن موسى الرضا (عليه السلام) عن معنى قول النبي (صلى الله عليه و آله): «أنا ابن الذبيحين».

قال: «يعني إسماعيل بن إبراهيم الخليل (عليه السلام) و عبد الله بن عبد المطلب. أما إسماعيل فهو الغلام الحليم الذي بشر الله تعالى به إبراهيم (عليه السلام)، فلما بلغ معه السعي «2»، قال: يا بني، إني أرى في المنام أني أذبحك، فانظر ماذا ترى؟ قال: يا أبت افعل ما تؤمر- و لم يقل له: يا أبت افعل ما رأيت- ستجدني إن شاء الله من الصابرين.

البرهان في تفسير القرآن ؛ ج4 ؛ ص619

ترجمہ: علی بن حسین نے اپنے بابا سے روایت کی ہے انہوں نے کہا میں نے امام رضا علیہ السلام سے رسول اللہ ﷺ کے اس قول کے معنی کے بارے سوال کیا کہ میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں تو امام علیہ السلام نے فرمایا یعنی اسماعیل بن ابراہیم اور عبد اللہ بن عبد المطلب ، اسماعیل وہی لڑکے ہیں

جن کی اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کو بشارت دی تھی اور جب حضرت ابراہیمؑ ان کے ساتھ سعی میں پہنچے تو فرمایا اے میرے بیٹے میں خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ میں آپ کو ذبح کر رہا ہوں تو آپ کا کیا خیال ہے؟ تو بیٹے نے جواب دیا اے بابا جان آپ وہ کریں جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے انہوں نے یہ جواب نہیں دیا کہ اے بابا جان آپ وہ انجام دیں جو آپ نے دیکھا ہے۔ ان شاءاللہ آپ مجھے صابرین میں سے پائیں گے۔

بہر کیف تفسیر عیاشی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے غلام حلیم کی تفسیر اسماعیلؑ کے عنوان سے وراد ہے اسی طرح امام باقر علیہ السلام تفسیر صافی، اور تفسیر قمی میں امام جعفر صادقؑ کے قول میں (غلام حلیم) کی تفسیر اسماعیل علیہ السلام سے کی گئی ہے۔

من لایحضرہ الفقیہ میں تو امام صادق علیہ السلام سے ذبیح کے بارے میں سوال کیا گیا کہ وہ کون ہیں؟ تو امامؑ نے جواب میں فرمایا: اسماعیلؑ اور پھر اس پر استدلال سورہ صافات کی آیات سے کیا پھر کہا: وَ بَشَّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا مِنَ الصَّالِحِينَ (تفسیر صافی)

وطن عزیز:

یہ قربانی حضرت ابراہیمؑ نے سرزمین حجاز میں موسمِ حج میں منیٰ کے میدان میں دی تھی، حضرت ھاجرہؑ اپنے بیٹے اسماعیل کے ساتھ مکہ میں رہائش پزیر تھیں، حضرت ابراہیمؑ اور اسماعیل نے کعبہ کی بنیادوں کو بلند کیا اور مناسک حج کو ادا اور سعی کے دوران حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسماعیلؑ سے کہا: یا بنی انی اری فی المنام --- (تفسیر عیاشی)

جبکہ حضرت اسحاقؑ اپنی والدہ سارہ کے ساتھ فلسطین میں آباد تھے، تو ان تین طرق سے واضح بیان ہو جاتا ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل کا ہی لقب ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کا نسلی امتحان:

اللہ تعالی نے اپنے خلیل سے پہلے نفسی امتحان لیا تو اس امتحان میں کامیابی پر (یانار کونی بردا و سلاما علی ابراہیم) کی سند عطا کی اور جب نسلِ ابراہیم کی امتحان کی منزل آئی تو اسماعیلؑ نے کہا: (افعل ما تؤمر) تو جب ابراہیمؑ نے امر الٰہی کے سامنے اپنے عزیز بیٹے کو قربانی کے لئے لٹا دیا تو آوازِ قدرت آئی (وَ نَادَيْنَاهُ أَن يَا إِبْرَاهِيمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَالِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْبَلَؤُا الْمُبِين) اے ابراہیمؑ تو نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا۔ یہ بہت بڑا امتحان تھا۔

چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کی نسل کا سلسلہ دو طرق سے آگے بڑھا ہے ایک نبی اللہ حضرت اسحاقؑ سے جس میں انبیاءِ بنی اسرائیل کا ایک طویل سلسلہ ہے اور دوسرا حضرت اسماعیل علیہ السلام سے جن کی ذریت میں ختم الرسل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں اور یہ نسلی فداکاری حضرت اسماعیلؑ کی اولاد کو نسلِ ابراہیمؑ میں سے ملی ہے۔

کیسے؟ حضرت ابراہیمؑ نے دس ذی الحجہ کو منی میں اسماعیل کی قربانی دی ہے تو ختمِ رسل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے دس محرم الحرام کو کربلا میں حسین بن علیؑ کی قربانی دی ہے۔

امام حسین علیہ السلام کا ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو مدینہ سے نکلتے وقت کہنا میں نے نانا رسولِ اسلام ﷺ سے سنا ہے: یا اماہ قد شاء اللہ عزّ وجلّ ان یرانی مقتولاً مذبوحاً ظلماً و عدواناً اللہ تعالی کو دشتِ نینویٰ میں قربانی ہی مطلوب ہے۔

حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کا کعبہ کو تعمیر کرنے کے بعد یہ دعا مانگنا: رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ اور وہ امت مسلمہ حسین ابن علیؑ کی ذات گرامی ہو سکتی ہے جس طرح اسماعیلؑ کہتے ہیں: افعل ما تؤمر ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین اسی طرح امام حسین علیہ السلام نے اپنے نانا سے وعدہ کیا ہے کہ ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین حسین مظلومؑ علیہ السلام کے صبر کی انتہاء یہ ہے کہ اللہ تعالی کہتا ہے: یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیہ

نہ پوچھ میرا حسینؑ کتنا مظلوم ہے ظالم
اس کے آنگن میں تو موت آکر رُو پڑی

قرآن کریم میں حضرت ابراہیمؑ کو امتِ واحدہ کہا گیا ہے لہٰذا امتِ مسلمہ حسینِ مظلوم کے لئے استعمال ہونا بعید از حقیقت نہیں۔ فتدبر

ذبحِ عظیم کون ہے؟

اس میں شک نہیں جب حضرت ابراہیم علیہ السلام تسلیم و رضا کی ارتقائی منازل کو طے کر لیا تو اس خالقِ کائنات نے اسماعیلؑ کو بچا کر جنت سے عمدہ قسم کے دنبہ کو ذبح کروا دیا (و ترکنا علیہ فی الآخرین) اور اس دنبے کی قربانی کو ہم نے نسل در نسل سنتِ ابراہیمیؑ قرار دیا ہے اب سوال یہ ہے کہ (علیہ) کی ضمیر (ذبح عظیم) کی طرف لوٹ رہی ہے یا اس دنبے کی طرف لوٹ رہی ہے جس کو اس آیت میں ذکر نہیں کیا گیا چونکہ ذبح عظیم سے مراد تو دنبہ یقیناً نہیں ہے۔

کیا ایسا ممکن ہے کہ جسکا ذکر نہ ہو اور اس کو مرجع ضمیر کے طور پر عربی کلام میں اخذ کیا گیا ہو؟ جی ایسا ہے۔ قرآن کریم میں میت کی میراث کے متعلق جب احکام ذکر کئے گئے تو اس آیت: (یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین --- ان اللہ کان علیما حکیما) اس آیتِ میراث میں میت کا ذکر نہیں کیا گیا مگر اس آیت میں آٹھ مرتبہ واحد مذکر کی ضمیر لوٹائی گئی ہے۔

بقیہ ص ۱۶ پر

زواجِ علیؑ و بتولؑ
تاریخ کے آئینے میں

مولانا واصف حسین نجفی

رسولِ خدا ﷺ بعثت کے تیرہویں ۱۳ سال مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی ۔ چنانچہ آپ ﷺ کے جاتے وقت حضرت امیر المؤمنینؑ اور فاطمہؑ کو خدا حافظ کہا اور مولا علیؑ سے فرمایا کہ یہ لوگوں کی امانتیں ہیں ان کو واپس کر کے فاطمیات یعنی میری بیٹی فاطمہؑ ،مادرِ علیؑ فاطمہ بنت اسد اور چچا حمزہ کی بیٹی فاطمہ اور دوسری خواتین کو لیکر مدینہ کی طرف جلد چلے آنا ، میں تمہارا انتظار کروں گا اور آپ ﷺ نے یہ فرمایا اور غار حرہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے ۔ حضرت علیؑ نے حکمِ رسول ﷺ کی تعمیل کرتے ہوئے مستورات کو سوار کر کے مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے ۔ راستہ میں ابو واقد نامی صحابی جو کہ اونٹوں کو چلانے والے تھے وہ قافلے کو تیز چلا رہے تھے تو مولائے کائنات نے ان سے فرمایا کہ خواتین کے ساتھ نرمی کرو اور اونٹوں کو آہستہ چلاؤ کیونکہ خواتین کمزور ہوا کرتی ہیں جو سختی کو برداشت نہیں کر سکتیں۔

تو ابو واقد نے عرض کی کہ مولا میں دشمنوں سے ڈرتا ہوں کہ کوئی ہمارا تعاقب نہ کر رہا ہو تو مولائے کائنات نے فرمایا کہ رسولِ خدا ﷺ نے مجھے فرمایا ہے کہ تجھے دشمن کی طرف سے کوئی اذیت و نقصان نہیں پہنچے گا۔

یہاں تک کہ آپؑ خیر و عافیت سے مدینہ پہنچ گئے ، اب مدنی زندگی کا آغاز ہو چکا رسول خدا ﷺ نے مسجد کی بنیاد رکھی اور اس کے پہلو میں خود اپنا گھر بھی تعمیر کر دیا اس کے بعد مواخات کی رسم بھی تمام ہوئی اور نبی اکرم ﷺ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کو کہا :یا علی انت اخی فی الدنیا و الآخرة

اے علیؑ تم میرے دنیا و آخرت میں بھائی ہو

اب رسول اکرم ﷺ کی گھریلو ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری اپنی اکلوتی بیٹی فاطمہؑ کی شادی تھی ۔ ظاہر ہے شادی کے لئے کسی ہم پلہ کا ہونا ضروری ہوتا ہے ، ہر ایک کے لئے کفو کا معیار اپنا اپنا ہوتا ہے ۔ ظاہر ہے پیغمبر اسلام ﷺ کی اکلوتی بیٹی تھی ۔ دنیاوی لحاظ سے حاکمِ مدینہ کی بیٹی تھیں ۔

ہر شخص کی خواہش کا ہونا ایک فطری عمل تھا لیکن ہر ایک کا طریقہ اپنا اپنا تھا جو کہ دنیا کو اہمیت دیتے تھے ان کے لئے دنیاوی معیار تھا یعنی حق مہر زیادہ ہوگا اور جو آخرت کے طلبگار تھے ان کا اپنا معیار تھا کیونکہ شادی ایک مقدس فریضہ ہے اور انسان کامل کی تربیت کی بنیاد و اساس ہے لہٰذا اس میں جھوٹی قدروں اور ناپسندیدہ اشیاء کو اہلیت نہیں دینی چاہئے بلکہ شادی کا معیار لڑکا اور لڑکی جنسی و روحی اور ذہنی لحاظ سے صحیح ہونا چاہئے اسی لئے تو جب قبیلہ کے سرداروں اور بڑے بڑے مالداروں نے مادی اور جاہلی نظریات کے تحت رسول خدا ﷺ سے فاطمہؑ کا رشتہ طلب کیا تو آپ ﷺ نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ فاطمہؑ کا معاملہ خدا کے ہاتھ میں ہے وہ جس طرح چاہے اپنی مشیئت کے مطابق فیصلہ کرے گا۔

جب امیر المؤمنین علیہ السلام نے رسول خدا ﷺ سے خواستگاری کا اظہار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے علیؑ تمہارے لئے خوشخبری ہو ، خدا نے آسمان پر تمہاری تزویج فاطمہؑ کے ساتھ اس سے پہلے کر دی ہے اور مجھے بھی حکم دیا گیا ہے کہ زَوّج النور بالنور اے محمد تم بھی زمین پر نور کا نور سے رشتہ جوڑ دو ۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک دن رسول خدا ﷺ بیت الشریف سے اس طرح برآمد ہوئے کہ آپ ﷺ کا چہرہ چاند کی طرح روشن تھا ۔ ابن عوف نے اس کا سبب پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا مجھے بشارت دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان پر فاطمہؑ کی تزویج علی سے کر دی ہے اور رضوان جنت کو حکم دیا ہے کہ شجرہ طوبیٰ کو حرکت دے اس سے جتنے پتے گریں خدا ان کی مقدار کے مطابق محبانِ اہل بیتؑ کو پیدا کیا اور ہر ایک فرشتہ کو ایک برائت نامہ آتشِ دوزخ سے دیا گیا او ریہ برائت نامہ میری امت کے مردوں اور عورتوں کے لئے ہے جو محبانِ علیؑ و فاطمہؑ ہیں بلکہ اہلسنت کی کتابوں میں یہ روایت موجود ہے کہ ایک روز امیر المؤمنینؑ رسول خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا اے علیؑ جبرائیلؑ نے مجھے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری تزویج فاطمہؑ سے کر دی ہے اور چار ہزار فرشتوں کو اس کا گواہ بنایا اور شجرہ طوبیٰ جو کہ جنت میں درخت ہے کو حکم دیا کہ ان در یاقوت کو نچھاور کرے اور حوریں قیامت تک ان در یاقوت کو آپس میں ھدیہ

دیتی رہیں گی اور جنت کے میوے نچھار کئے گئے۔

ایک روایت میں امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ رسولِ خدا ﷺ مولا علیؑ کو کہا کہ اے علیؑ خوشخبری ہو تجھے اللہ تعالیٰ نے تمہاری تزویج میری بیٹی فاطمہؑ سے کر دی ہے۔

میرے پاس جبرائیلؑ آئے ان کے پاس سنبل جنت اور قرنفل جنت دی، میں نے ان کو لے کر سونگھا تو میں نے پوچھا کہ اس کو کیوں لائے ہو تو انہوں نے کہا کہ خدا نے ملائکہ کو حکم دیا ہے کہ جنت کو آراستہ کیا جائے اور ہوا کو حکم دیا کہ وہ قسم قسم کی خوشبوؤں سے معطر ہو کر چلے اور حوروں کو حکم دیا کہ وہ سورہ یٰسین، طہٰ، طواسین، حمعسق کی تلاوت کریں، پھر ایک فرشتہ نے تحت العرش پر منادی دی کہ آج یوم ولیمہ علیؑ ہے۔ خدا نے کہا کہ میں تم لوگوں کو گواہ کرتا ہوں کہ میں اللہ نے فاطمہؑ کا عقد علیؑ کے ساتھ کر دیا ہے۔ پھر اللہ نے ایک بادل کو بھیجا جس نے در یاقوت و زبرجد برسائے اور ملائکہ نے سنبل و قرنفل نچھاور کئے، پس یہ وہی نچھاور شدہ میں لایا ہوں۔ المناقب شہر آشوب

مروی ہے کہ عقدِ فاطمہؑ میں چار خطبے پڑھے گئے دو آسمانوں پر اور دو زمین پر۔ آسمانوں پر راحیل اور جبرائیل فرشتے نے پڑھے اور زمین پر رسول خدا ﷺ اور امیر المؤمنین علیہ السلام نے پڑھے۔ آسمان اور زمین کے عقدوں کے درمیان چالیس روز کا فرق ہے۔ وہ خطبہ جو راحیل فرشتے نے بیت المعمور پہ آسمانی مخلوق کے سامنے پڑھا:

الحمد لله الاول قبل اولية الاولين، الباقی بعد فناء العالمين، اذ جعلنا ملائكة روحانيين و بربو بيته مذعنين وله علی ما انعم علينا شاكرين، حجبنا من الذنوب و سترنا من العيوب اسكننا فی السموات و قربنا الی السرادقات الی آخره۔ الخطبه

حمد ہے اس اللہ کے لئے جو عالمین سے پہلے تھا، عالمین کے ختم ہونے کے بعد بھی باقی رہے گا، جس نے ہمیں روحانی ملائکہ بنایا اور اپنی ربوبیت پر یقین کرنے والا بنایا اور اس کی نعمات کا شکر ہے جو ہم کو عطا کی، اس اللہ نے ہمیں گناہوں سے محفوظ کیا اور عیوب سے مستور کیا۔۔۔

اس کے بعد حضرت جبرائیلؑ نے خدا کی طرف سے یہ کلمات ادا کئے:

الحمد ردائی و العظمة كبريائی و الخلق كلهم عبيدی و امائی زوجت فاطمة امتی من علی صفوتی اشهدوا ملائكتی

راحیل فرشتے کے خطبہ کے بعد حضرت جبرائیلؑ امین نے اس ملکوتی محفلِ عقد فاطمہ میں آسمان میں خدا کا پیغام پڑھا۔

ترجمہ: کائنات کی تمام تعریفوں کا مالک ہوں، شان کبریائی صرف میں ہی رکھتا ہوں، اس بھری کائنات میں جتنے مرد اور خواتین ہیں ان سب کا میں ہی خالق ہوں، میں نے اپنی باعظمت کنیز فاطمہؑ کا عقد اپنے برگزیدہ بندے علی ابن ابی طالب کے ساتھ کر دیا ہے اے میرے ملائکہ اس امر پر گواہ رہنا۔

جناب جابر بن عبد اللہ انصاری فرماتے ہیں کہ جناب ام ایمن رسول خدا ﷺ کی خدمت میں تشریف لائیں اور رونے لگی جب رسول خدا ﷺ نے رونے کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ان دنوں ایک انصاری نے اپنی بیٹی کی شادی کی اور اس نے محفل عروسی میں اپنی بیٹی کے سر پر مشک اور بادام نچھاور کئے لیکن آپ ﷺ نے اپنی دختر کی شادی کے مراسم بالکل سادگی سے کر رہے ہیں اور ان کے سر پر کوئی چیز نچھاور نہیں فرمائی تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے مجھے رسالت عطا کی، ان الله زوج عليا فاطمة امر الملائكة المقربين ان يحدقوا بالعرش فيهم جبرائيل و ميكائيل و سرافيل و امر الطور ان تغنی فغنت ثم امر شجرة طوبیٰ ان تنثر عليهم اللؤ و الرطب مع الدر الابيض عند سدرة المنتهیٰ و اوحی الله اليها ان انثری ما عليكم فنثرت اللؤو و الجوهر و المرجان

ترجمہ: جس وقت اللہ تعالیٰ نے فاطمہؑ کا عقد مولا علیؑ کے ساتھ کیا اس وقت تمام ملائکہ مقربین کو حکم دیا گیا کہ وہ اس کے عرش کے ارد گرد جمع ہو جائیں اور انہیں ملائکہ میں سے جبرائیل اسرافیل اور میکائیل تھے جب ملائکہ جمع ہوگئے تو جنت کے تمام پرندوں کو حکم دیا کہ وہ نغمہ سرائی کریں پھر اللہ نے شجرہ طوبیٰ کو حکم دیا کہ وہ تازہ مروارید، صاف و شفاف لؤلؤ، سفید دُر اور زبرجد اور سرخ یاقوت ان سب پر نچھاور کریں۔

بیٹی سے مشورہ

شادی ایک مقدس فریضہ ہے اور انسان کامل کی تربیت کی اساس ہے لہٰذا جاہلیت والے دور سے نکل کر اسلامی طریقہ کار کو اپنانا چاہئے اور بیٹی کو دائمی رفیق حیات کے حوالے کرنے سے پہلے بیٹی سے مشورہ کر لینا چاہئے جس طرح رسول خدا ﷺ نے اپنی دختر فاطمہؑ سے کیا تھا۔ اور رسول خدا ﷺ اس نفسیاتی اصول کی رعایت کرتے ہوئے اور قیامت تک اپنی امت کو ایک پیغام دیا تاکہ وہ جاہلیت والے ظلم و ستم سے دور رہیں اور ماں باپ کو چاہئے کہ وہ اپنی بیٹی کے مشورہ کے بغیر شادی نہ کرے۔

نبی اکرم ﷺ نے آکر بیٹی فاطمہؑ سے کہا تھا کہ اے بیٹی فاطمہؑ تمہارے ابن عمؑ علی بن ابی طالبؑ تم سے شادی کرنا چاہتے ہیں تمہارا کیا خیال ہے اور نبی اکرم ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ آسمان سے خدا نے اس کی اجازت دی ہے تو فاطمہؑ نے فرمایا یا ابت رضيت بما رضی و رسوله

بابا جس سے خدا اور اس کا رسول ﷺ راضی ہیں میں بھی اس سے راضی

ہوں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ خاتونِ جنت نے فرمایا :

رضیت باللہ ربا و بک یا ابتاہ نبیا و ابن عمی بعلا و ولیا

میں خدا کے رب ہونے اور اپنے بابا آپ کے نبی ہونے اور اپنے ابن عم کے شوہر اور ولی ہونے پر راضی ہوں۔

باپ کی رائے کا احترام

شادی کے پسندیدہ آداب میں سے یہ بھی ہے کہ اولاد شادی کے سلسلے میں والدین کی رائے کا احترام کریں لہٰذا شادی کے معاملے میں اولاد کا والدین کی رائے اور مشورہ کو رد نہیں کرنا چاہیئے۔ اسی لئے تو بی بی فاطمہؑ نے فرمایا تھا کہ :

قالت فاطمۃ یا رسول اللہ انت اولیٰ بما تریٰ اے اللہ کے رسول آپ ﷺ اولیٰ ہیں جو مناسب سمجھیں اسے انجام دیں۔ پھر رسولِ خدا ﷺ نے باہر آکر خطبہ نکاح پڑھا :

رسول خدا ﷺ کا خطبہ نکاح

الحمد للہ المحمود بنعمتہ المعبود بقدرتہ المطاع فی سلطانہ المرغوب الیہ فیما عندہ المرھوب من عذابہ النافذ امرہ فی سمائہ و رضیہ ، خلق الخلق بقدرتہ ، میزھم باحکامہ و اعزھم بدینہ و اکرمھم بنبیہ محمد

تعریف ہے اس خدا کی جو اپنی نعمتوں کی وجہ سے معبود ہے اپنی قدرت کی وجہ سے معبود ہے، اپنی حکومت کی وجہ مطاع ہے، اس کے عذاب سے لوگ ڈرتے اور ان نعمتوں کی وجہ سے جو اس کے پاس ہیں لوگ اس کی طرف جھکتے ہیں اس اللہ نے اپنا حکم اپنے زمین وآسمان میں جاری کیا ہوا ہے۔ اپنی قدرت سے مخلوق کو پیدا کیا ، اپنے احکام سے ممیّز کیا ، اپنے دین سے ان کو عزت بخشی ،اپنے نبی محمد ﷺ کی وجہ سے ان کو بزرگی عطا کی۔

ان اللہ جعل المصاھرۃ نسبا لاحقا و امرا معترضا شج بھا الارحام الزمھا الانام قال اللہ تعالیٰ وھو الذی خلق من الماء بشرا فجعلہ نبیا و صھرا

پھر اللہ نے رشتہ داریاں اور نکاح لوگوں میں جاری کئے اور ان کو فرض قرار دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

ھو الذی خلق من الماء بشرا فجعلہ نبیا و صھرا وکان ربک قدیرا

وہ خدا جس نے پانی سے بشر پیدا کیا ، پھر اس اللہ نے نسب و سسرال بنایا اور آپ کا رب بڑی طاقت والا ہے

اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ کی تزویج علیؑ سے کروں اور میں نے یہ تزویج کر دی چار سو مثقال چاندی پر۔ اے علی کیا تم بھی اس پہ راضی ہو تو مولا نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ میں اس پر راضی ہوں تو یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی :

رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ النمل ۱۹

اس کے بعد حضرت علیؑ نے سجدہ شکر ادا کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمھیں پاک و پاکیزہ اولاد دے اس کے بعد رسول خدا ﷺ نے فرمایا یا علیؑ تم بھی خطبہ پڑھو تو

امیر المؤمنین علیہ السلام نے خطبہ پڑھا:

الحمد للہ الذی اقرب من حامدیہ و دنا من سائلیہ و وعد الجنۃ من یتقیہ و انذر بالناس من یعصیہ الی آخر الخطبہ۔ المناقب الشہر آشوب

ترجمہ: تعریف ہے اس خدا کی جو اپنے حمد کرنے والے کے قریب ہوا، جس نے اس سے سوال کیا اس کے قریب ہوا، جو اس سے ڈرتا ہے اس کے لئے جنت کا وعدہ کرتا ہے جو اسکی نافرمانی کرتا ہے اس کو ڈراتا ہے۔

اور خطبہ کے آخر میں مولا علی علیہ السلام نے فرمایا:

ہم گواہی دیتے ہیں کہ محمد ﷺ اس کا رسول ہے اور درود و سلام ہو اس پر جو اس کے لائق ہے۔

آپ کا عقد مبارک یکم ذی الحجہ کو ہوا:

رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی فاطمہؑ کا عقد میرے ساتھ ۵۰۰ درھم پر کر دیا ، پس تم ان سے معلوم کرلو اور گواہی دو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے علیؑ میں نے اپنی بیٹی فاطمہؑ کا عقد اس مہر پر کیا جس پر اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر کیا ، میں راضی ہوا ، اس سے جس پر خدا راضی ہو ، تو اچھا داماد اور ساتھی ہے اور تیرے لئے یہی کافی ہے کہ میری رضا وہی ہے جو خدا کی رضا ہے۔

عقدِ نکاح اور حق مہر

جب شادی کے تمام مقدمات طے ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ مسجد تشریف لے گئے اور منبر پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

لوگوں کو اس پر عظمت عقد پر گواہ مقرر فرمایا اس طریقے سے آپ ﷺ نے حاضرین او رروز قیامت تک آنے والی امت کو یہ پیغام دیا کہ عقدِ تزویج کس طرح پڑھا جاتا ہے اور حق مہر کو بھی واضح کیا کہ کتنا ادا کرنا چاہیئے۔

نبی اکرم ﷺ نے عقد کے تمام مراحل کو صدق و صفا اور سادگی کے ساتھ انجام دیا۔

بقیہ ص ۱۹

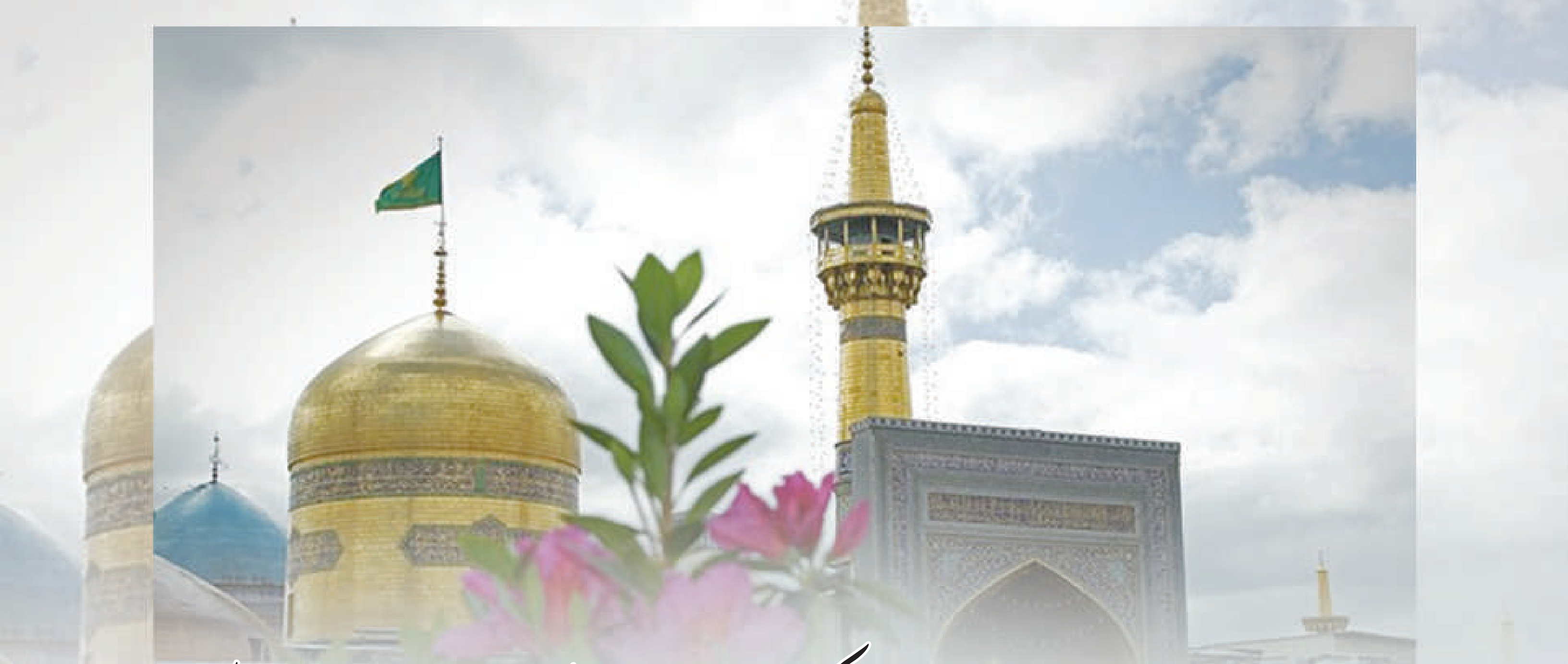

امام رضا علیہ السلام کی سیرت کے چند اہم پہلو

مولانا شہباز حسین مہرانی

آئمہ معصومین علیہم السلام کی امامت ایک تابناک اور درخشندہ آفتاب کی مانند ہے اور ان ہستیوں میں سے ہر ایک اپنے زمانے میں نور ایمان کو پھیلاتا رہا اور انہیں کے نور سے حیاتِ اسلام کو بقاء ملتی ہے اور ان کے پیروکاروں کو ہر دور میں ہدایت ملتی رہتی ہے ، ان میں سے آٹھویں آفتاب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے فرزند امام علی رضا علیہ السلام ہیں ، جن کا نور آج بھی زمانے کو روشن کیئے ہوئے ہے ،

امام علی رضا علیہ السلام نے اپنی الٰہی علوم کے ذریعہ آئمہ معصومین علیہم السلام کی راہ و روش کو دوام بخشا اور قرآن و سنت کے اصولوں کو زائل ہونے سے محفوظ رکھا اور عباسی حکمرانوں کے حقیقی چہرے سے پردہ اٹھا کر انھیں لوگوں کو سامنے واضح کیا نیز ان کے ناجائز قبضہ کے متعلق بہت اہم و مؤثر قدم اٹھائے اور مختصر عرصے میں مخلص شاگردوں کی تربیت، لوگوں کی ہدایت و رہنمائی، حق کے دفاع اور باطل کے مقابلہ سے ایک لمحہ بھی غفلت نہیں برتی اور آخرکار اس راہ میں جام شہادت نوش فرمایا۔

اس امام علیہ السلام کی سیرت کے چند پہلو اس مقالے میں پیش کیئے جائیں گے ۔

۱۔ عالم آل محمد علیہم السلام : امام علی رضا علیہ السلام کا علم اس قدر نمایاں اور درخشان تھا کہ آپ کے والد نے یہ لقب عنایت فرمایا تھا، روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ :

أَنَّ مُوسَى بْنَ جَعْفَرٍ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ كَانَ يَقُولُ لِبَنِيهِ: «هَذَا أَخُوكُمْ عليّ بن موسى عالم آل محمد، فاسألوه عَنْ أَدْيَانِكُمْ و اِحْفَظُوا مَا يَقُولُ لَكُمْ، فَإِنِّي سَمِعْتُ أَبِي جَعْفَرَ بْنَ مُحَمَّدٍ غَيْرَ مَرَّةٍ يَقُولُ لِي: إِنَّ عَالِمَ آلِ مُحَمَّدٍ لفي صُلْبِكَ، و لَيْتَنِي أَدْرَكْتُهُ فَإِنَّهُ سَمِيُّ أَمِيرِ اَلْمُؤْمِنِينَ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلاَمُ (**إعلام الورى بأعلام الهدى , جلد۲ , صفحه۶۴**)

اسحاق بن موسیٰ بن جعفر کہتے تھے کہ میرے والد اپنے فرزندان سے فرماتے تھے کہ یہ آپ کا بھائی علیؑ عالم آل محمدؐ ہیں ، اپنے مسائل (کا حل) ان سے پوچھو اور جو کچھ وہ بیان فرمائیں اسے محفوظ کرو ، پس مجھے اپنے بابا جعفر بن محمد (علیہما السلام) نے کئی مرتبہ فرمایا کہ بیشک عالم محمد علیہم السلام آپ کے صلب میں ہے اور اے کاش میں اسے دیکھتا اور وہ امیر المومنین علی علیہ السلام کے ہمنام ہیں ۔

امام رضا علیہ اسلام کے علم کا ایک نمونہ جو ہمارے پاس موجود ہے وہ امام رضا علیہ السلام سے متعدد حدیثیں ہیں اور جن لوگوں نے علوم و معارف کے مسائل سمجھنے کے لئے جو سوالات آپ سے پوچھے تھے جن کے جوابات کتب حدیث میں نقل ہوئے ہیں؛ مثال کے طور پر شیخ صدوق رح نے ان حدیثوں اور جوابات کو اپنی کتاب عیون اخبار الرضا میں جمع کیا ہے۔ علاوہ ازیں بعض تالیفات اور کتب بھی آپ سے منسوب کی گئی ہیں گوکہ اس انتساب کے اثبات کے لئے کافی و شافی دلیلوں کی ضرورت ہے چنانچہ ان میں سے بعض تالیفات کا انتساب ثابت کرنا ممکن نہیں ہے جیسے: فقہ الرضا

، صحیفۃ الرضا اور رسالہ الذہبیہ ۔یہ رسالہ امام رضا علیہ السلام سے منسوب ہے جس کا موضوع علم طبّ ہے۔ مروی ہے کہ امامؑ نے یہ رسالہ سنہ ۲۰۱ ہجری میں لکھ کر مأمون کے لئے بھجوایا اور مأمون نے رسالے کی اہمیت ظاہر کرنے کی غرض سے ہدایت کی کہ اسے سونے کے پانی سے تحریر کیا جائے اور اسے دارالحکمہ کے خزانے میں رکھا جائے اور اسی بنا پر اسے رسالہ ذہبیہ کہا جاتا ہے۔ بہت سے علماء نے اس رسالے پر شرحیں لکھی ہیں۔ وغیرہ۔

۲۔ بندگی و عبودیت کے چند نمونے : امام رضا علیہ السلام کمالات و فضائل کا مجسم نمونہ تھے ہم اس مورد میں امام علیہ السلام کی عبادت کے چند نمونے پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں ۔

الف : قرآن کے مصاحب و ہمنشیں: شیخ حر عاملی رح وسائل الشیعہ **(تفصیلُ وَسائل الشیعه إلی تَحصیلِ مسائل الشّریعه)** میں نقل کرتے ہیں کہ : وَ كَانَ اَلْمَأْمُونُ يَمْتَحِنُهُ بِالسُّؤَالِ عَنْ كُلِّ شَيْءٍ فَيُجِيبُ فِيهِ وَ كَانَ كَلاَمُهُ كُلُّهُ وَ جَوَابُهُ وَ تَمَثُّلُهُ اِنْتِزَاعَاتٍ مِنَ اَلْقُرْآنِ ، وَ كَانَ يَخْتِمُهُ فِي كُلِّ ثَلاَثٍ وَ يَقُولُ لَوْ أَرَدْتُ أَنْ أَخْتِمَهُ فِي أَقْرَبَ مِنْ ثَلاَثٍ لَخَتَمْتُ وَ لَكِنِّي مَا مَرَرْتُ بِآيَةٍ قَطُّ إِلاَّ فَكَّرْتُ فِيهَا وَ فِي أَيِّ شَيْءٍ أُنْزِلَتْ وَ فِي أَيِّ وَقْتٍ فَلِذَلِكَ صِرْتُ أَخْتِمُ فِي كُلِّ ثَلاَثَةِ اَلْحَدِيثَ **(وسائل الشیعة, جلد۶ , صفحه۲۱۷)**

مامون، امام رضا علیہ السلام سے ہر چیز کے متعلق سوال کرکے امام علیہ السلام کا امتحان لیتا تھا اور امام علی رضا علیہ السلام اس کے سوالوں کے جوابات دیتے تھے، امام علیہ السلام کے کلام، جوابات، مثالیں اور جو کچھ بھی بیان فرماتے تھے، وہ سب قرآنی مطالب و مفاہیم پر مشتمل ہوا کرتے تھے۔ آپ (ع) ہر تین دن میں ایک بار قرآن کو ختم کرتے تھے اور فرماتے تھے اگر میں چاہوں تو تین دن سے کم میں قرآن کو ختم کردوں لیکن جب بھی کوئی آیت پڑھتا ہوں تو اس میں غور و فکر اور تدبّر کرتا ہوں نیز اس بات پر توجہ کرتا ہوں کہ (یہ آیت) کس چیز کے بارے میں اور کس وقت نازل ہوئی ہے یہی چیز باعث ہوا کرتی ہے کہ میں تین دن میں قرآن ختم کروں۔

امام علیہ السلام کے چاہنے والوں کے لیے امام علیہ السلام کی سیرت میں درس ہے کہ جب بھی اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کریں تو اس میں ضرور غور و فکر اور تدبر کریں تاکہ کماحقہ استفادہ حاصل ہو اور دنیا میں جہاں بھی مشکلات کا سامنا ہو تو قرآن اور سیرت اہل بیت سے رہنمائی حاصل کی جاسکے ۔

ب : نماز سے عشق : اباصلت کہتے ہیں میں (سرخس) میں جس گھر میں امام رضا علیہ السلام کو قید میں رکھا گیا تھا گیا داروغہ زندان سے اجازت مانگی تاکہ امام علیہ السلام کی خدمت میں جاسکے تو اس نے کہا: تم ان کے پاس نہیں جاسکتے، میں نے پوچھا کیوں نہیں جاسکتا ہوں؟ اس نے جواب دیا:" قَالَ لِأَنَّهُ رُبَّمَا صَلَّى فِي يَوْمِهِ وَ لَيْلَتِهِ أَلْفَ رَكْعَةٍ وَ إِنَّمَا يَنْفَتِلُ مِنْ صَلاَتِهِ سَاعَةً فِي صَدْرِ اَلنَّهَارِ وَ قَبْلَ اَلزَّوَالِ وَ عِنْدَ اِصْفِرَارِ اَلشَّمْسِ فَهُوَ فِي هَذِهِ اَلْأَوْقَاتِ قَاعِدٌ فِي مُصَلاَّهُ يُنَاجِي رَبَّهُ؛ اس لئے کہ امام علیہ السلام دن رات میں ہزار رکعت نماز پڑھتے ہیں اور دن کے شروع میں صرف ایک گھنٹہ، ظہر سے پہلے ایک گھنٹہ اور ایک گھنٹہ سورج کے ڈوبنے سے پہلے نماز سے فارغ ہوتے ہیں، وہ ان اوقات میں بھی مصلّے پر ہوتے ہیں اور اپنے پروردگار سے مناجات و راز و نیاز کرتے ہیں ۔(**بحار الأنوار , جلد۴۹ , صفحه۱۷۰**)

(ج) تواضع اور انکساری : امام رضا علیہ السلام ان تمام فضائل و کمالات کے باوجود لوگوں سے بہت ہی تواضع و انکساری کے ساتھ پیش آتے تھے جبکہ آپ اپنی عمر کے ایک حصہ میں ولی عہدی کے مقام پر فائز تھے اس کے باوجود آپ لوگوں سے بڑی تواضع سے ملتے تھے،

ایک دن امام (ع) حمام کے ایک گوشہ میں تشریف فرما تھے ایک شخص آیا اور بے احترامی کے ساتھ ان سے کہا: میرے سر پر پانی ڈالو، آپ (ع) بہت ہی انکساری کے ساتھ اس کے سر پر پانی ڈال رہے تھے ۔ اچانک ایک آدمی داخل ہوا جو امام (ع) کو پہچانتا تھا اس نے چیخ کر آواز دی اور کہا:" هلكت و اهلكت، اتستخدم ابن بنت رسول الله صلى الله عليه و آله و امام المسلمين، تم ہلاک ہوگئے اور ہلاک کردیا (یہ اس بات کا کنایہ تھا کہ تمہارا یہ کام ہماری بھی ہلاکت و نابودی کا باعث ہوگا) کیا تم رسول (ص) کے فرزند اور مسلمانوں کے امام و پیشوا سے خدمت لے رہے ہو؟۔

یہ آدمی جس نے ابھی ابھی امام علیہ السلام کو پہچانا تھا اپنے کو امام علیہ السلام کے پیروں پر گرادیا اور ان کے پیروں چومتے ہوئے کہہ رہا تھا: " هلا عصيتني اذا امرتك" جب میں نے آپ سے کہا تو میری بات کی مخالفت کیوں نہیں کی؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: " انها مثوبة و ما اردت ان اعصيك فيما اثاب عليه؛ اس کام کا ثواب ہے اور میں نے نہیں چاہا کہ جس کام پر مجھے ثواب ملے گا میں اس کے متعلق تمہاری مخالفت کروں۔ (الوافی بالوفیات، الصفدی، ج۲۲، ص۔ 156۔۔۱۵۷)

۳۔اخلاق امام رضا علیہ السلام : ہمارے آئمہ معصومین علیہم السلام لوگوں کے درمیان زندگی بسر کرتے تھے اور لوگوں کو عملاً عزت و شرافت کا درس دیتے تھے اگرچہ امامت کی بلند و بالا منزلت آئمہ علیہم السلام کو دوسروں سے جدا کردیتی ہے ۔ اسی طرح سیرت امام رضا علیہ السلام میں ملتا ہے ، ابراہیم بن عباس سے مروی ہے کہ میں نے ہرگز نہیں دیکھا کہ امام

علیہ السلام نے بات میں کسی پر ظلم کیا ہو اور یہ بھی نہیں دیکھا کہ آپؑ نے کسی کی بات تمام ہونے سے پہلے کاٹی ہو ۔ دوسروں کے سامنے پاؤں نہیں پھیلاتے تھے کبھی کسی غلام سے سختی سے بات نہیں کی ۔آپ علیہ السلام کی ہنسی قہقہ نہ ہوتی بلکہ مسکراہٹ ہوتی تھی ۔ زیادہ کار خیر کرتے تھے اور زیادہ کار خیر میں رقم خرچ فرماتے تھے اور اکثر رات کی تاریکی میں مخفی طور پر فقیروں کی مدد فرمایا کرتے تھے ۔ (اعلام الوریٰ ص ۳۱۴)

۴۔ عزاداری اور مقصد امام حسینؑ کو زندہ کرنا : واقعہ کربلا کے بعد سیدہ زینب سلام اللہ علیھا نے واقعہ کربلا کو یاد رکھنے کی ہر ممکنہ کوشش کی اور اس کے بعد آئمہ معصومین علیھم السلام نے اپنے دور میں ہر ممکن کوشش کی کہ یاد شہداء اور مقصد قیام امام حسین علیہ السلام کو زندہ رکھا جائے ۔

علامہ علی نقی النقوی اپنے کتابچے سوانح امام رضا علیہ السلام میں لکھتے ہیں کہ : تذکرہ امام حسین علیہ السلام کیلئے جو مجمع ہو اسکا نام اصطلاحی طور پر (مجلس) امام رضا علیہ السلام کی حدیث ہی سے ماخوذ ہے۔آپ علیہ السلام نے عملی طور پر بھی خود مجلسیں کرنا شروع کر دیں ۔ جن میں کبھی خود ذاکر ہوئے دوسرے سامعین ۔جیسے ریان بن شبیب کی حاضری کے موقعہ پر جو آپ نے مصائب امام حسین علیہ السلام بیان فرمائے اور کبھی عبداللہ بن ثابت یا دعبل خزاعی ایسے کسی شاعر کی حاضری کے موقع پر اس شاعر کو حکم دیا کہ تم ذکر امام حسین علیہ السلام میں اشعار پڑھو۔ وہ ذاکر ہوا اور حضرت سامعین میں داخل ہوئے ۔

دعبل کو حضرت نے بعد مجلس ایک قیمتی حلہ بھی مرحمت فرمایا جس کے لینے میں دعبل نے یہ کہہ کر عذر کیا کہ مجھے قیمتی حلہ کی ضرورت نہیں ہے ۔ اپنے جسم کا اترا ہوا لباس مرحمت فرمایئے تو حضرت نے ان کی خوشی پوری کی ۔ وہ حلہ تو انہیں دیا ہی اس کے علاوہ ایک جبہ اپنے پہننے کا بھی مرحمت فرمایا۔ (امام رضا علیہ السلام ص ۱۵ – ۱۶)

امام علی رضا علیہ السلام کی سیرت کے یہ چند پہلو ایسے موتی ہیں کہ اگر کوئی ان پر عمل کرے تو وہ ادب اور اللہ کی بندگی سے بہرہ مند ہو جائے گا ، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم جب ان واقعات کو پڑھیں تو ان میں غور و فکر کریں کہ کیا سیرت کے ان عظیم پہلو ں کو اپنایا ہوا ہے یا ابھی اس سے عاری ہوں ۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں امام رضا علیہ السلام کی سیرت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ اللھم صل علیٰ محمد و آل محمد و عجل فرجھم ۔

بقیہ : عید الاضحیٰ میں قربانی کا فلسفہ

۱:(ولابویہ) ۲: (ان کا لہ ولد) ۳: (فان لم یکن لہ ولد) ۴:(وورثہ) ۵: (ابواہ) ۶: (فلامہ) ۷: (فان کان لہ اخوۃ) ۸: (فلامہ السدس)(سورہ نساء۱۱)

جبکہ اس آیت میں میت کا ذکر نہیں کیا گیا مگر کوئی بھی مفہوم میت کا منکر نہیں ہے اسی طرح (وترکناہ علیہ فی الآخرین) میں دنبے کا ذکر نہیں ہے مگر مفہوم دنبے کا کوئی بھی منکر نہیں ہے لہٰذا یہاں (علیہ) کی ضمیر دنبے کی طرف لوٹ رہی ہے ۔

چنانچہ (علیہ) کی ضمیر کا مرجع مفہومی دنبہ ہی ہے چونکہ دنبہ اسماعیلؑ سے افضل نہیں ہو سکتا کیونکہ انسان اشرف المخلوقات ہے۔

دنبہ ذبح عظیم نہیں :

۱: آیت میں ذبح عظیم ہے اور کلمہ عظیم کی قید بتلا رہی ہے کہ یہاں ذبحِ عظیم سے مراد کبش یعنی دنبہ نہیں ہے ۔

۲: شیخ صدوقؒ کا فضل بن شاذان سے سند معتبر سے نقل کرنا کہ فضل کہتا ہے میں امام رضا علیہ السلام سے سنا امامؑ فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے اسماعیلؑ کی جگہ دنبے کو ذبح کرنے کا حکم دیا تو نازل کیا گیا تھا تو حضرت ابراہیمؑ کے دل میں تمنا تھی کہ میں اپنے ہاتھوں سے اپنے بیٹے اسماعیل کو ذبح کرتا مجھے اسماعیل کی جگہ دنبے کو ذبح کرنے کا حکم دیا جاتا۔

چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کا دنبے کو ذبح کرنے کے بعد بھی تمنا کرنا اسماعیلؑ کے ذبح کرنے کی ، اس کا مطلب ہے کہ دنبہ ذبح عظیم کی صورت میں فدیہ نہیں ہے بلکہ حضرت ابراہیمؑ کا امتحان تھا جس میں کامیاب ہو گئے تو اللہ کامیابی کی سند بھی عطا کر دی ۔ (یا ابراہیم قد صدقت الرؤیا)

ذبح عظیم امام حسین علیہ السلام ہیں۔

یومِ عرفہ

مولانا منتظر مہدی نجفی

ماہ ذوالحج کی ۹ تاریخ کو عرفہ کا دن کہتے ہیں ۔اس دن حاجی حضرات عرفات کے میدان میں وقت گذارتے ہیں کہ جس وقوف عرفات کہا جاتا ہے ۔

عرفہ کی وجہ تسمیہ :

عرفہ کو عرفہ اس لیے کہتے ہیں چونکہ حج کرنے والے حضرات اس دن میدان عرفہ کے پاس وقوف کرتے ہیں(جو کہ مکہ سے ۲۰ کلومیٹر دور ہے اور ۹ تاریخ کی ظہر سے لیکر مغرب تک اسی میدان میں اپنا سارا وقت عبادت اور مناجات میں گذارتے ہیں) اس وجہ سے یہ دن عرفہ سے معروف ہو گیا۔

اور اس جگہ اور میدان کا نام عرفات اس وجہ سے پڑا کیوں کہ جناب حضرت ابراھیم ع کو اس جگہ جناب جبرائیل نے کہا تھا کہ اس جگہ اپنے گناہوں کا اعتراف کرو۔ اور اعتراف اسی مادہ عرفہ سے ہے۔:

وَ سُمِّيَتْ عَرَفَةُ عَرَفَةَ لِأَنَّ جَبْرَئِيلَ (عليه السلام) قَالَ لِإِبْرَاهِيمَ (عليه السلام) هُنَاكَ اعْتَرِفْ بِذَنْبِكَ ، وَ اعْرِفْ مَنَاسِكَكَ ، فَلِذَلِكَ سُمِّيَتْ عَرَفَةَ۔

(من لایحضرہ الفقیہ ج ۲ ص ۱۹٦)

عرفہ کے دن کی فضیلت :

عرفہ کے دن کی فضیلت کا اندازہ یہاں سے لگایا جاسکتا ہے عرفہ کو عید کا دن کہا گیا ہے اگرچہ نام گذاری کے اعتبار سے اسے عید عرفہ نہیں کہا گیا مگر عید کے دن جو بھی انعام الھی ہوا کرتے ہیں وہ سب اس دن میں اللہ کی طرف سے ملتے رہتے ہیں ۔شیخ عباس قمی رح مفاتیح الجنان میں لکھتے ہیں کہ اس دن خدا نے اپنے بندہ کو اپنی بارگاہ میں عبادت اور بندگی کی معراج کروانے کے لیے مدعو کیا ہوا ھے اور ان کے لیے جود و کرم کا دسترخواں بچھایا ہوا ھے ۔ اس دن شیطان بہت زیادہ حقیر اور ذلیل ہوتا ہے، کیونکہ بہت سارے لوگوں کو اللہ اس دن معاف کرتا ہے۔

قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ ع :

إِنَّهُ إِذَا كَانَ يَوْمُ عَرَفَةَ قَالَ اللَّهُ لِمَلَائِكَةِ سَمَاءِ الدُّنْيَا انْظُرُوا إِلَى عِبَادِي أَتَوْنِي شُعْثاً غُبْراً إِنَّ حَقّاً عَلَيَّ أَنْ أُجِيبَهُمْ أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ شَفَعْتُ مُحْسِنَهُمْ فِي مُسِيئِهِمْ وَ قَدْ تَقَبَّلْتُ مِنْ مُحْسِنِهِمْ فَلْيُفِيضُوا مَغْفُوراً لَهُمْ۔

(النوادر للأشعري، ص: ٠۴١)

امام زین العابدین ع فرماتے ہیں :

جب عرفہ کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نچلے آسمان کے ملائکہ سے فرماتے ہیں اے ملائکہ دیکھو کس طرح میرے بندے پریشان حال ہو کہ میری بارگاہ میں آئے ہیں تواب مجھ پہ لازم ہے کہ میں ان کو جواب دوں ،میں آپ کو اس پہ گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کے نیک بندے کی شفاعت کو ان کے گناہگار کے حق میں قبول کیا اور نیک بندے کے اعمال کو قبول کیا لھذا نیک بندوں کو چاہیے کہ گنھگاروں کی بخشش کروائیں۔

عَنِ النَّبِيِّ ص أَنَّهُ قَالَ:

مَا رُئِيَ الشَّيْطَانُ فِي يَوْمٍ هُوَ أَصْغَرَ وَ لَا أَدْحَرَ لَا أَحْقَرَ وَ لَا أَغْيَظَ مِنْهُ فِي يَوْمِ

عَرَفَةَ.

(مستدرك الوسائل و مستنبط المسائل، ج۱۰، ص: ۵۴)

حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے:

شیطان کو عرفہ کے دن سے زیادہ کسی اور دن حقیر ، پست اور غصے میں نہیں دیکھا گیا۔

قال الامام السجاد ع :

اللَّهُمَّ هَذَا يَوْمُ عَرَفَةَ يَوْمٌ شَرَّفْتَهُ وَ كَرَّمْتَهُ وَ عَظَّمْتَهُ، نَشَرْتَ فِيهِ رَحْمَتَكَ، وَ مَنَنْتَ فِيهِ بِعَفْوِكَ، وَ أَجْزَلْتَ فِيهِ عَطِيَّتَكَ، وَ تَفَضَّلْتَ بِهِ عَلَى عِبَادِكَ----

(الصحيفة السجادية)

امام زین العابدین ع اپنی دعا میں فرماتے ہیں:

اے میرے اللہ یہ عرفہ کا دن ہے کہ جسے آپ نے شرف ،کرم اور عظمت عطا کی ہے ۔ اس دن میں اپنی رحمت کو پھیلا دیا ہے، اور عفو و درگذر کی مھربانی کی ہے اور اس دن میں اپنی عطا سے نوازا ہے اور عرفہ کے دن کے سبب اپنے بندوں پہ تفضل کیا ہے ۔

اور بلکل اسی مضمون کی روایت امام صادق ع سے بھی منقول ہے :

اللَّهُمَّ وَ هذا يَوْمُ عَرَفَةَ، كَرَّمْتَهُ وَ شَرَّفْتَهُ وَ عَظَّمْتَهُ، نَشَرْتَ فِيهِ رَحْمَتَكَ وَ مَنَنْتَ فِيهِ بِعَفْوِكَ، وَ أَجْزَلْتَ فِيهِ عَطِيَّتَكَ، وَ تَفَضَّلْتَ فِيهِ عَلى عِبادِكَ.-------------

الإقبال بالأعمال الحسنة (ط - الحديثة)، ج۲، ص: ۱۵۲

عرفہ کا دن حاجت روائی کا دن ہے:

انسان کی دعا اور حاجت کے قبول ہونے میں زمان اور مکان کی بڑی اھمیت ہے ۔اور عرفہ کا دن حاجتوں کی قبولیت کے لیے بہت ہی اھم ہے اس لیے انسان کی جو بھی حاجت ھو وہ اس دن اپنے رب سے مانگے تو ضرور پوری ہوگی۔ ایک روایت میں ہے کہ:

وَ سَمِعَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ ع يَوْمَ عَرَفَةَ سَائِلًا يَسْأَلُ النَّاسَ فَقَالَ لَهُ وَيْحَكَ أَ غَيْرَ اللَّهِ تَسْأَلُ فِي هَذَا الْيَوْمِ إِنَّهُ لَيُرْجَى لِمَا فِي بُطُونِ الْحَبَالَى فِي هَذَا الْيَوْمِ أَنْ يَكُونَ سَعِيداً.

(من لا يحضره الفقيه، ج۲، ص: ۲۱۲)

حضرت امام زین العابدین ع نے جب عرفہ کے دن کسی شخص کو لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا ۔۔افسوس ہے تجھ پہ کہ آج کے دن بھی تم لوگوں سے سوال کر رہے حالانکہ کہ آج کا دن وہ ہے کہ جس دن اگر ماں کے پیٹ میں جو بچہ ہے اگر اس کے سعادت مند ہونے کی امید کی جائے تو وہ بھی پوری ہوگی۔۔۔

عرفہ کے دن کے اعمال :

اس دن کے اعمال میں سے سب سے اھم عمل حضرت امام حسین ع کی زیارت ہے ۔اور کامل زیارات میں جناب ابن قولویہ قمی نے پورا ایک باب عرفہ کے دن کی زیارت کے عنوان سے ذکر کیا ہے ، ھم چند روایات پہ اکتفا کریں گے ۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع قَالَ:

مَنْ زَارَ قَبْرَ الْحُسَيْنِ ع يَوْمَ عَرَفَةَ كَتَبَ اللَّهُ لَهُ أَلْفَ أَلْفِ حِجَّةٍ مَعَ الْقَائِمِ وَ أَلْفَ أَلْفِ عُمْرَةٍ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ص وَ عِتْقَ أَلْفِ أَلْفِ نَسَمَةٍ وَ حُمْلَانَ أَلْفِ أَلْفِ فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَ سَمَّاهُ اللَّهُ عَبْدِيَ الصِّدِّيقَ آمَنَ بِوَعْدِي وَ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ فُلَانٌ صِدِّيقٌ زَكَّاهُ اللَّهُ مِنْ فَوْقِ عَرْشِهِ وَ سُمِّيَ فِي الْأَرْضِ كَرُوباً.

كامل الزيارات، النص، ص: ۳۷۱

امام صادق ع فرماتے ہیں : جو شخص عرفہ کے دن امام حسین ع کی زیارت کرے گا تو اللہ اس کے نامہ اعمال میں دس لاکھ ایسے حج جو امام قائم (عج فرجہ الشریف) کی معیت میں کیے ہوں ،اور دس لاکھ ایسی جنگیں جو پاک پیغمبر ص کی معیت میں لڑی ہوں اور دس لاکھ غلاموں کو آزاد کرنے اور دس لاکھ گھوڑے خدا کی راہ میں دینے کا ثواب عطا کرے گا۔ اور اللہ نے اسے "عبدی الصدیق امن بوعدی " (اے میرے سچے بندے تو میرے وعدہ پہ ایمان لایا ہے) کا لقب دیا ہوگا ۔ اور فرشتے کہیں گے یہ ایسا سچا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بالائے عرش سے پاک و منزہ کیا ہے ،اور زمین میں جسے مقرب فرشتہ کا لقب دیا ہوا ہے۔

أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع قَالَ: قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ ع إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى يَتَجَلَّى لِزُوَّارِ قَبْرِ الْحُسَيْنِ ع قَبْلَ أَهْلِ عَرَفَاتٍ وَ يَقْضِي حَوَائِجَهُمْ وَ يَغْفِرُ ذُنُوبَهُمْ وَ يُشَفِّعُهُمْ فِي مَسَائِلِهِمْ ثُمَّ يَأْتِي أَهْلَ عَرَفَةَ فَيَفْعَلُ ذَلِكَ بِهِمْ.(ح:۴ كامل الزيارات ص: ۱۷۱)

امام صادق ع فرماتے ہیں : اللہ تبارک و تعالیٰ حاجیوں سے پہلے امام حسین ع کی قبر کے زواروں پہ اپنے نظر کرم کی تجلی کرتا ہے ،اور ان کی حاجتوں کو پورا کرتا ہے ،ان کے گناہ بخش دیتا ہے ،اور مشکلات میں ان کی تشفی کرتا ہے۔ اس کے بعد عرفات میں حاجیوں کے ساتھ نظرکرم کرتا ہے۔

دعا عرفہ :

عرفہ کے اعمال میں سے امام حسین ع کی اس دعا کی بہت تاکید کی گئی

ہے کہ جو امام حسین ع نے عرفہ کے دن میدان عرفہ میں پڑھی تھی ۔اس دعا کی اھمیت کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ عرفہ کے دن روزہ رکھنا مستحب ہے اور اگر روزے رکھنے کی وجہ سے دعا عرفہ پڑھنے میں مشکل ہوتی ہو تو پھر دعا کو اچھی طرح سے پڑھے اور روزے کو ترک کر دے چونکہ پھر ایسے شخص کے حق میں روزے کا استحباب نہیں رہتا ۔ (مفاتیح الجنان)

اور اس دن کے اعمال کی ترتیب کچھ اس طرح ہوگی کہ دن کو زوال سے پہلے غسل کر لے اور جب زوال ہو جائے تو کھلے آسمان نماز ظھر اور عصر خشوع اور خضوع کے ساتھ انجام دے اور پھر دو رکعت نماز پڑھے کہ جس کی پہلی رکعت میں الحمد کے بعد قل ھو للہ اور دوسری رکعت میں الحمد کے بعد قل یا ایھاالکافرون پڑھے ۔۔نماز ختم کر کے تسبیح کے بعد اپنی حاجت طلب کرے۔۔اور پھر دعا عرفہ پڑھے ۔۔۔جو کہ مفاتیح میں مذکور ہے

ملاحظہ: جو شخص کربلا میں موجود نہیں ہے یہ سب اعمال اس کے لیے بھی مستحب ہیں ،بس امام حسین ع کی زیارت کربلا رخ کر کے پڑھے گا ان شاء اللہ اس کا نام بھی عرفہ کے دن کے زواروں کی فھرست میں شمار ہوگا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بقیہ : زواج علیؑ و بتولؑ تاریخ کے آئینے میں

اس طرح آپ نے افراط و تفریط اور سنگین مراسم کے خاتمے کا اعلان اور فرمایا کہ لاتغالوا فی الصداق فتکون عداوۃ

عورتوں کے حق مہر میں سنگینی پیدا نہ کرو ، ورنہ یہی مہنگا ترین مہر دشمنی کا سبب بنے گا۔

ہمارے لئے لمحہ فکریہ: رسول خدا ﷺ نے اپنی امت کے لئے یہ سنت جاری فرمائی کہ حق مہر ۵۰۰ درہم ہونا چاہئے اور نبی اکرم ﷺ جب بھی کسی خاتون سے عقد کیا تو اس کا حق مہر ۵۰۰ درہم ہی مقرر فرمایا اسی طرح اہل بیتؑ نے بھی اسی سنت پر عمل کیا اور کسی امام نے بھی اس سنت سے تجاوز نہیں کیا۔

یہ حق مہر ۵۰۰ درہم جو خاتون جنت کو دیا گیا یہ امیر المؤمنینؑ کی زرہ کی قیمت تھی مولائے کائنات نے اپنی زرہ فروخت کرکے اس رقم کو رسول خدا ﷺ کے دستِ مبارک پر رکھ دیا۔

رسول خدا ﷺ نے اس رقم کو تین حصوں میں تقسیم کیا:

۱: ایک تہائی جہیز کے کے عنوان سے وسائل زندگی خریدے۔

۲: دوسری تہائی سے عروسی کے عطریات خریدے ۔

۳: تیسری تہائی امیرالمؤمنینؑ کو واپس کر دی کہ اس کا ولیمہ کیا جائے ۔

یہ چیز مقام تعجب نہیں ہے کہ قریش کے کچھ لوگ بارگاہِ نبوت میں آئے اور آپ ﷺ سے کہا کہ آپ نے معمولی مہر کے ساتھ اپنی بیٹی کا عقد علیؑ سے کر دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

کہ میں نے علیؑ کا عقد اپنی بیٹی فاطمہؑ سے نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے شب معراج فاطمہؑ کا عقد علی سے کر دیا تھا۔ من لایحضرہ الفقیہ ۔

اور مجھے بھی حکم ہوا کہ زوج النور بالنور نور کا نور سے رشتہ کر دو۔

خاتونِ جنت کا حقیقی مہر

اگر فاطمہ زہراءؑ نے معمولی مہر کے ساتھ امیر المؤمنین علیہ السلام سے عقد کیا تھا تو اس میں ان کے والد گرامی رسول خدا ﷺ کی رضا و رغبت کا دخل تھا تاکہ قیامت تک ان کی سنت مبارکہ پر عمل ہوتا رہے اس معمولی مہر سے یہ اندازہ نہیں لگایا جاسکتا کہ خاتون جنتؑ اپنی قدر و منزلت اور مادی و معنوی مقام سے نابلد تھیں بلکہ آپ کو اپنی دینی و دنیاوی شان و شوکت کا بھرپور علم تھا۔ روایت ہے کہ بی بی فاطمہؑ کا عقد ہوگیا تو آپؑ نے اپنے بابا کو کہا کہ بابا لوگوں کی بیٹیوں کا عقد بھی درھم دینار کے حق مہر پر مشتمل ہو اور اللہ کے رسول کی بیٹی کا عقد بھی درھم پر ہو تو پھر ان کے درمیان کیا فرق باقی رہ جائے گا ! بابا میری آپ سے گزارش ہے کہ وہ درھم واپس کر دیں اور آپ خدا سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میرا حق مہر آپ کی امت کے گنہگاروں کی شفاعت کرنا مقرر فرمائے ۔

ادھر ابھی خاتونِ جنت کی بات ختم نہیں ہوئی تھی کہ جبرائیل امینؑ نازل ہوئے ان کے پاس حریر کا کاغذ تھا اور اس پر یہ مکتوب تھا :

جعل اللہ مھر فاطمۃ الزھراء شفاعۃ المذنبین من امۃ ابیھا

اللہ نے فاطمہؑ زہراءکے مہر کو اس کے والد گرامی کی گنہگار امت کے لئے شفاعت قرار دیا ہے ۔ خاتونِ جنت نے اس مکتوب کو اپنے پاس محفوظ رکھا اور اپنے ساتھ کفن میں رکھنے کی وصیت کی تھی اور آپ نے فرمایا تھا جب قیامت کا دن ہو گا میں اس مکتوب ملکوتی اپنے ہاتھ میں لوں گی اور اس کے ذریعے اپنے بابا کی امت کی شفاعت کروں گی ۔

اور ہم بھی دعا کرتے ہیں کہ ہمیں بھی خاتون جنتؑ کی شفاعت نصیب ہو اور اللہ تعالی اس شافعہ محشر کے صدقے میں ہماری مغفرت فرمائے ۔

مرجع عالی قدر دام ظلہ العالی سے پوچھے گئے سوالات و جوابات

سوال:- قربانی کے گوشت کے کتنے حصے کرنے چاہییں اور اس گوشت کو کن افراد میں تقسیم کرنا چاہیے؟

جواب: جواب:بسمہ سبحانہ!!قربانی کے گوشت کے تین حصے ہوتے ہیں ایک حصہ شیعہ غریبوں میں تقسیم کیا جاتا ہے اور ایک حصہ شیعہ مؤمنین کو چاہے غریب نہ بھی ہوں ان کو دیا جاتا ہے اور تیسرا حصہ خود قربانی والے کا ہوتا ہے اور اس کے لئے جائز ہے کہ ایک دو لقمے خود کھائے اور باقی گوشت کو غریبوں میں تقسیم کر دے۔ واللہ العالم

سوال:- اس عید قربان پر ایک مسئلہ وارد ہوا ہے کہ گائے کی قربانی کے لئے جب اُسے ذبح کیا گیا جب چھری چلا چکے اس کی گردن پر تو اپنے آپ کو ڈھیلا محسوس کرتے ہوئے وہ اٹھ کر بھاگ گئی اور قابو میں نہ آئی آخر اسے فائر کیا گیا تو وہ گر گئی اس کے بعد اسے ذبح کیا گیا اب مسئلہ یہ ہے کہ یہ کس زمرے میں آئے گا، گائے کی قربانی قبول ہوئی ہے یا وہ حرام ہوئی یا عام ذبح ہوئی۔ ساتھ وجہ بھی بتائیں گے کہ کس طرح اور کس وجہ سے حرام یا حلال ہوئی۔

جواب: بسمہ سبحانہ!!قربانی درست ہے۔ واللہ العالم

سوال:- کیا بغیر حج ادا کئے عید الاضحیٰ کی قربانی واجب یا سنت ہے؟

جواب: بسمہ سبحانہ!!سنت ہے۔واللہ العالم

سوال:- اونٹ کے نحر کرنے میں کن شرائط کا ہونا ضروری ہے؟

جواب: بسمہ سبحانہ!!اونٹ کے نحر کرنے میں قربانی والی شرائط ہونی چاہیے۔واللہ العالم

سوال:- عید قربان میں جو شخص جانور کی قربانی کرنا چاہتا ہے کیاایسا شخص طلوع آفتاب سے قبل جانور کی قربانی (یعنی جانور ذبح) کر سکتا ہے ؟

جواب: جواب:بسمہ سبحانہ!!ایسا کرنا جائز نہیں اور اگر ایسا کرے گا تو اس کو دوبارہ قربانی کرنی ہو گی۔ واللہ العالم

سوال:- دس ذی الحج کو قربانی کا وقت کب سے شروع ہو جاتا ہے؟ کیا قربانی نماز عید پڑھ کر کرنی چاہیے یا پہلے ؟

جواب: بسمہ سبحانہ!!قربانی کرنے کا وقت طلوع آفتاب کے بعد ہے اور عید کی نماز کے بغیر بھی قربانی کر سکتے ہیں۔ واللہ العالم

جواب: بسمہ سبحانہ!!سوال:- بقرعید پر قربانی کے جانور کی قربانی کرتے وقت ساتھ عقیقہ کی نیت کرسکتے ہیں؟

جواب: بسمہ سبحانہ!!قربانی اور عقیقہ دونوں علیٰحدہ علیٰحدہ عمل مستحب والے کام ہیں۔ ایک دوسرے میں مکس نہیں ہو سکتے۔ واللہ العالم

سوال:- قربانی کے گوشت میں سے کچھ مقدار خود کھانے کو لازم قرار دیا گیا ہے جو کہ مکہ مکرمہ میں ممکن نہیں ایسی صورت میں کیا کیا جائے ؟

جواب: بسمہ سبحانہ!آپ مکہ میں کسی پر اعتماد نہ کریں بلکہ آپ اپنے وطن میں قربانی دیں گے پہلے آپ جانور مہیا کر لیں جب جمرہ عقبہ کو کنکریاں مار لیں تو اپنے وطن فون کر کے کہیں کہ حیوان کو ذبح کر دیں اس کے بعد سر منڈوائیں، اور جو قربانی دی جائے گی اس کے تین حصے ہوں گے ایک حصہ محتاجوں اور فقیروں کا، دوسرا حصہ شیعہ مؤمنین کا اور تیسرا حصہ حاجی کا ہو گا اور مستحب مؤکد ہے کہ حاجی اس میں سے واپس آ کر کچھ کھائے۔ واللہ العالم

سوال:- عید کی قربانی میں بکرا خصی یا غیر خصی ہونا چاہیے؟

جواب: بسمہ سبحانہ!قربانی میں بکرا خصی نہیں ہونا چاہیے۔ واللہ العالم

سوال:-کیا ہم بڑی قربانی میں اہل سنت بھائیوں کے ساتھ گائے میں شرکت کر سکتے ہیں کیا ان کے ساتھ قربانی جائز ہو گی ؟

جواب: بسمہ سبحانہ! غیر شیعہ لوگوں کے ساتھ حصہ ڈال سکتے ہیں بشرطیکہ وہ گوشت شیعوں میں تقسیم ہو اور غیر شیعہ کی قربانی کا گوشت بھی بہتر ہے شیعوں کے لئے ہو۔ واللہ العالم

سوال:- بکرا پیشاب پیتا ہے کیا اب ہم پیشاب پینے والے بکرے کو ذبح کر سکتے ہیں؟

جواب: بسمہ سبحانہ! ایسے بکرے کی قربانی کر سکتے ہیں۔ واللہ العالم

سوال:- کیا گائے کی قربانی کے ایک حصہ میں دو افراد مل کر شامل ہو سکتے ہیں ؟ مثلاً ۷۰۰۰ روپے ایک حصہ ہو تو اس میں دو افراد ۳۵۰۰ روپے اور ۳۵۰۰ روپے ڈال کر شامل ہو سکیں۔

جواب: بسمہ سبحانہ! گائے کے مذکر میں ایک شخص قربانی کر سکتا ہے جبکہ مونث میں سات افراد شریک ہو سکتے ہیں۔ واللہ العالم

سوال:- کیا اپنے گھر پہ پالے ہوئے جانور کی قربانی کرنا مکروہ ہے؟

جواب: بسمہ سبحانہ! گھر میں پالے ہوئے جانور کی قربانی کی کراہت ثابت نہیں ہے۔ واللہ العالم

سوال:- کیا بکرے کی قربانی میں ایک سے زیادہ افراد شریک ہو سکتے ہیں اور قربانی کے جانور میں کن شرائط کا ہونا ضروری ہے۔

جواب: بسمہ سبحانہ! بکرے اور بکری کی قربانی فقط ایک شخص کر سکتا ہے جبکہ اُونٹ کی قربانی جائز نہیں یہاں تک کہ وہ پورے پانچ سال کا ہو اور چھٹے سال میں داخل ہو گائے اور گوسفند (بکرا) پورے دو سال کے ہوں اور تیسرے سال میں داخل ہوں بھیڑ سات ماہ کی ہو آٹھویں میں داخل ہو احتیاط اس میں ہے کہ وہ پورے ایک سال کی ہو جو بھی حیوان ذبح کرنے کا ارادہ ہو اس کے اعضاء سلامت ہوں لنگڑا، کان کٹا، خصی، سینگ ٹوٹا نہ ہو تو مجزی یعنی کافی ہے عام طور پر اُسے لاغر اور کمزور نہ کہا جاتا ہو اور احتیاط مستحبی یہ ہے کہ وہ حیوان بیمار نہ ہو اس کی رگیں نہ کاٹی گئی ہوں اور نہ اس کے خصیتین مسل دیئے گئے ہوں، اور خلقی طور پر اس کی دم اور سینگ موجود ہوں اس کے کان پھٹے ہوئے

نہ ہوں اور اگر ان شروط و صفات سے متصف حیوان نہ ملے تو پھر جیسا بھی ملتا ہو کافی ہے یہ بات یاد رہے کہ ایک حیوان میں دو شخص شریک نہ ہوں دوران حج، یہ ضروری ہے کہ ایک حاجی کے لئے ایک مستقل قربانی ہو۔ واللہ العالم

سوال:- جو بکرا پیشاب پیتا ہے کیا اس کی قربانی جائز ہے۔۔؟ اگر جائز ہے تو کیا پیشاب پینا نقص میں نہیں آتا؟. اور سب کے سب بکرے جو خصی نہیں ہوتے وہ پیشاب ضرور پیتے ہیں۔۔

دوسری اہم بات اگر آنڈل بکرے کی قربانی کر لی جائے تو گوشت میں اتنی بُو آتی ہے کہ گوشت کھایا نہیں جاتا۔ بچے تو خاص طور پر نہیں کھاتے۔۔ آغا جان جس کا گوشت نہ کھایا جا سکے اس کی قربانی کیسے ہو سکتی ہے۔۔؟۔یہ پاکستان کے ہر گھر کا بہت اہم مسئلہ ہے۔۔ مہربانی فرما کر وضاحت کر دیں۔۔جزاک اللہ

جواب: بسمہ سبحانہ! ایسے بکرے کی قربانی کر سکتے ہیں۔ واللہ العالم

مرجع عالی قدر دام ظلہ الوارف کی خدمت میں اسلامی جمہوری پاکستان کے وزیر خارجہ جناب مخدوم شاہ محمود حسین قریشی صاحب

مرجع مسلمین وجہانِ تشیع حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ الحاج حافظ بشیر حسین نجفی دام ظلہ الوارف نے مرکزی دفتر نجف اشرف میں اسلامی جمہوری پاکستان کے وزیر خارجہ جناب مخدوم شاہ محمود حسین قریشی صاحب اورانکے ہمراہ وفد کا خیر مقدم کرتے ہوئے ان سے اپنے خطاب میں امت مسلمہ کو اپنی صف کو منظّم کرنے پر تاکید فرماتے ہوئے بیان کیا کہ اسلامی مملکتوں کو باہمی تعلقات کو مزید فروغ دینے کی انتھک کوششیں کرنا چاہئے اور امت مسلمہ کو درپیش مسائل میں ان کے مواقف اور اتجاہات متحد ہونے چاہئیں۔

مرجع عالی قدر دام ظلہ الوارف نے عراق اور پاکستان کے درمیان باہمی تعلقات کو مزید فروغ دینے پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ اسمیں دونوں ملکوں کو دونوں ملکوں اور وہاں کی عوام کی مصلحتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے باہمی تعلقات کو مزید بہتر کرنے کے لئے مشترک کوششیں کرنا چاہئے اور عوام کی خدمت کا سلسلہ جاری رکھنا فریضہ ہے، انہوں نے دونوں ملکوں کے درمیان اقتصادی تعلقات کو مزید بہتر کرنے پر تاکید فرماتے ہوئے کہا کہ اس سے دونوں ملکوں کے اقتصاد اور تجارت کو فروغ ملے گا اور یہ دونوں ملکوں کی عوام کے حق کے لئے ضروری ہے۔

مرجع عالی قدر دام ظلہ الوارف نے حکومت پاکستان اور عہدیداروں کو دعوت دی کہ وہ عوام سے جڑے مسائل پر خصوصی توجہ دیں اور انکی ضرورتوں کو پورا کریں ساتھ ساتھ انکی آرزوؤں اور انکے مستقبل کی امیدوں کو جدیت سے پورا کرنے کی پوری کوشش کریں اور ان حکومتی عہدیداروں اور ذمہ داروں کو یہ پتہ ہونا چاہئے کہ ان کا منصب عوام کی خدمت اور انکی امانت ہے، انہوں نے مزید فرمایا کہ ہر ان حرکتوں اور تحرکات کا ڈٹ کر مقابلہ کریں کہ جو اس کریم عوام کی صف کو منتشر کرنا چاہتی ہیں یا تفرقے تطرف اور شدت پسندی کو پہنچنے دیتی ہیں۔

مرجع عالی قدر دام ظلہ الوارف نے عراق میں مقیم پاکستانیوں پر بھی خصوصی توجہ دینے اور انکی مشکلات کو حل کرنے کی دعوت دی۔

انہوں نے فرمایا کہ تمام مشکلات کو حل کیا جائے اور پاکستان کی خارجہ پالیسی کو مزید بہتر بنایا جائے اور ایک فعال ڈپلومیٹک عمل کے ذریعہ اسلامی مملکتوں اور پوری دنیا کے ساتھ تعلقات کو بہتر کیا جائے۔

اپنی جانب سے محترم مہمان وزیر نے مرجع عالی قدر دام ظلہ الوارف کا انکی پدرانہ نصیحتوں اور حسن استقبال پر شکریہ ادا کیا اور عراق کی اپنی حالیہ زیارت کے نتائج بھی انکی خدمت میں پیش کئے۔

اسی ضمن میں مرجع عالی قدر دام ظلہ الوارف کے فرزند اور مرکزی دفتر کے مدیر حجۃ الاسلام شیخ علی نجفی دام عزہ نے مہمان محترم وزیر سے اپنی گفتگو میں امت مسلمہ اور پورے بر صغیر خاص کر پاکستان اور افغانستان کی حالیہ حالت پر تبادلہ خیال کیا اور اس بات پر زور دیا کہ ملکوں کی سیاستوں میں عوام کی ضرورتوں کو مد نظر رکھ کر بہتری لائی جائے اور عراق کے ساتھ تعلقات کو مزید بہتر کئے جائیں۔

مذکورہ ملاقات میں پاکستان میں عراق کے سفیر اور عراق میں پاکستان کے سفیر نے بھی شرکت فرمائی۔

مرجع عالی قدر دام ظلہ الوارف مسجد کوفہ المعظم کی زیارت پر

مرجع مسلمین وجہانِ تشیع حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ الحاج حافظ بشیر حسین نجفی دام ظلہ الوارف نے افاضل حوزہ علمیہ کے ہمراہ مسجد کوفہ میں حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ سید عبد الامیر الحکیم طاب ثراہ کی روح پُرفتوح کے ایصال ثواب کی خاطر منعقدہ مجلس عزا میں شرکت فرمائی اور مرحوم کی رحلت پر خاندان حکیم، انکے پسماندگان اور انکے شاگردوں کی خدمت میں تعزیت پیش کرتے ہوئے بارگاہ ایزدی میں دعا فرمائی کہ خدا انہیں جنت میں ان کے اجداد کے ہمراہ محشور کرے اور اپنی رحمت سے انہیں فیضیاب کرے۔

مرجع عالی قدر دام ظلہ الوارف اپنے فرزند حجۃ الاسلام شیخ علی نجفی دام عزہ کے ہمراہ مسجد کوفہ المعظم، محراب مقدس اور قبور مطہرہ حضرت مسلم بن عقیلؑ، حضرت ہانی بن عروہ و حضرت مختارؒ کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے۔

پاکستانی وفود کی مرجع عالی قدر دام ظلہ سے ملاقات

کراچی کوئٹہ اور فیصل آباد سے آئے ہوئے مومنین نے مرجع عالی قدر آیت اللہ العظمی حافظ بشیر حسین نجفی دام ظلہ
سے ان کے مرکزی دفتر نجف اشرف میں ملاقات کی۔

اس ملاقات میں مرجع عالی قدر دام ظلہ نے مومنین کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ معصومین علیہم السلام فرماتے ہیں جو ہر روز اپنا محاسبہ نہیں کرتا وہ ہم سے نہیں ہے۔

اور محاسبہ کا بہترین وقت رات سونے سے پہلے کا ہے۔

انسان تفکر کرے کہ اس نے آج کونسے گناہ کیے ہیں اور کس کس پر زیادتی کی ہے۔

اگر کسی پر زیادتی کی تو اس سے معافی مانگے اور گناہ کے ارتکاب پر خداوند متعال سے بھی معافی مانگے۔

مزید برآں مرجع عالی قدر دام ظلہ نے فرمایا آج اس دنیا میں مومن سے معافی مانگنا قیامت کے دن کی ذلت سے بہتر ہے۔

آخر پر آئے ہوئے مومنین نے قیمتی وقت دینے پر مرجع عالی قدر دام ظلہ کا تہ دل سے شکریہ ادا کیا۔

مرجع مسلمین و جہان تشیع حضرت آیۃ اللہ العظمی

الحاج حافظ بشیر حسین نجفی

دام ظلہ الوارف

حکومتی عہدیداروں اورذمہ داروں کو یہ پتہ ہوناچاہئے کہ ان کا منصب عوام کی خدمت اورانکی امانت ہے۔

پاکستان میں سالانہ ممبر شپ حاصل کرنے کے لئے رابطہ نمبر +923125197082

www.soutulnajaf.com m.urdu@alnajafy.com facebook.com/soutunnajaf

مرکزی ایڈریس امیر المؤمنین علیہ السلام ٹرسٹ ، صدر مقام باٹا پور، نزد گیٹ نمبر ۲، باٹا فیکٹری لاہور پاکستان